دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

لارنس پور وولن اینڈ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
تیار کنندہ
عمدہ ریشمی
و
اونی
پارچہ جات
معیاری
سونگ
و
یارن
ملز ـــــ داؤد پور (ضلع اٹک)
دفتر ـ 4th فلور ـ الفلاح ـ شاہراہ قائد اعظم لاہور
فون ـــــ 312342 ـ 66191
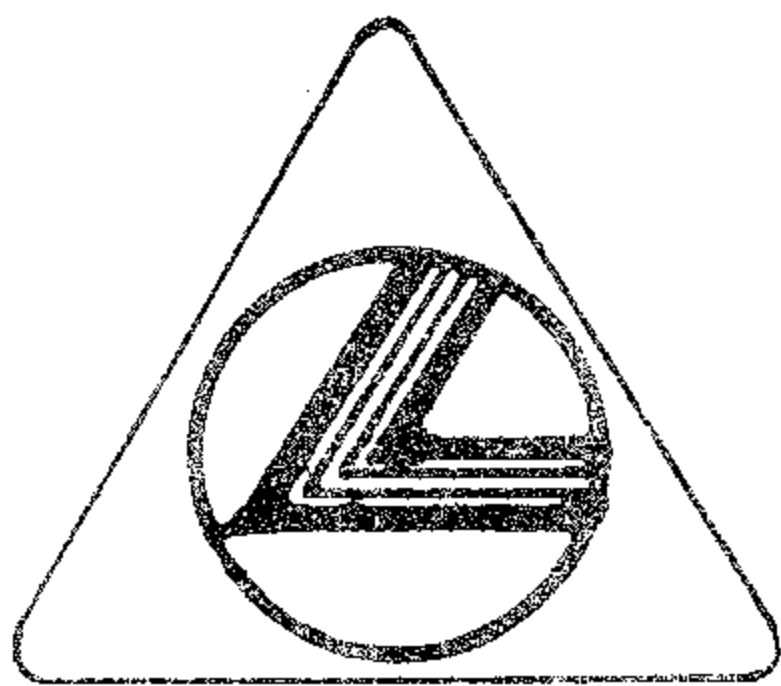
اے بی سی آڈٹ، بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر ڈائرکٹ سسٹم
052317 — 340
341
342

ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۲۲
شمارہ نمبر : ۲
صفر، ربیع الاول ۱۴۰۷ھ
نومبر ۱۹۸۶ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	۴۰/- روپے	بیرون ملک	بحری ڈاک چھ پونڈ
فی پرچہ	چار روپے		ہوائی ڈاک دس پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

مدیر الحق کی نئی ذمہ داریاں کو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی خاص علاقہ، طبقہ یا قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام نوع انسانیت کو جامع اور ہمہ گیر ہے، اسی طرح تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اور درثار، حضرات علماء بھی کسی خاص نسل یا خاص ملک کے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں علماءِ حق نے ہر دور میں تعلیمات نبوت کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی طور پر دنیائے انسانیت کے لئے راہِ ہدایت کے سنگ میل قائم کئے اور کفر و ظلمت کی فضاؤں میں ایمانی اور روحانی روشنی کے چراغوں کو دوام بخشا۔

خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبل، قاضی ابویوسف، امام شعبی، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ ابن عربی، علامہ ابن تیمیہ، امام رازی، مجدد الف ثانی اور خواجہ اجمیری اپنے زمانہ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، سلوک و تصوف، تدریس، تصنیف و تالیف کے امام رہے مگر اس کے باوجود دینی سیاسیات کے مقتضیات کے مطابق دنیا کی رہنمائی بھی کی، درس و تدریس کے حلقوں اور حجروں سے نکل کر میدانوں کی جادہ پیمائی، حکمرانوں سے نبرد آزمائی، جابر سلاطین کے مظالم پر تنقید اور اصلاح و تدبیر کی مساعی ان کا ایک عظیم کارنامہ تاریخ اسلام کے سنہری باب اور ایک اہم روئیداد ہے۔ برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حیثیت اور شخصیت جامع اور ہمہ گیر تھی۔ وعظ و ارشاد، تصنیف و تالیف اور تصوف و سلوک کے امام ہونے کے باوجود ہندوستان میں سیاسی بدامنی اور قتل و غارت کی بیخ کنی جماعت کی تنظیم، رجال کار کی تربیت بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں اعلاء کلمۃ اللہ، علم اور عمل اور سیاست و انقلاب کا گلزار ان ہی کا سجایا ہوا ہے۔ الجزائر کے امیر عبدالقادر، سوڈان کے محمد احمد، امام السنوسی اور سید احمد شہید سب اسی ایک سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، شیخ العرب والعجم مولانا مدنی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، مرد قلندر حضرت درخواستی، قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود، قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق،

ان سب حضرات کی دعوت کا مرکز و محور اخلاص وللّٰہیت، احترامِ امت، علم و عمل میں سلف صالحین اور اکابر و مشائخ کا کامل اعتماد اور اتباع تھا۔ شاہ ولی اللہ کے تلامذہ ہوں یا سید احمد شہید کے جاں نثار رفقاء، مرکز علوم دارالعلوم دیوبند کے روحانی فرزند ہوں یا شیخ الہند رح کی جمعیۃ کے مخلص ورکر اور علماء، شیخ الاسلام مولانا مدنی کے علوم و معارف کے خوشہ چین ہوں یا شیخ لاہوری، حضرت درخواستی، مولانا مفتی محمود اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے کاروانِ جہاد کے سالار و رہنما، سب سرفروشی، جانبازی کا تصور لیکر اٹھے اور صحیح تجدید و اصلاح کر کے ایک ایسی صالح اور انقلابی جماعت پیدا کر دی جسکے افراد شمع رسالت کے پروانے اور سنت رسول کے نمونے تھے جنہوں نے اپنے خون کے رشتوں اور علاقائی وابستگیوں کو ایمان و محبت، عقیدت و احترام اور اطاعت و جانسپاری کے رشتوں پر قربان کر دیا تھا۔ ترویج شریعت کی جدوجہد میں عہدہ و منصب اور قیادت کی تحصیل کی بجائے سپاہی بننے پر اصرار کرتے تھے۔ انہوں نے وقتی سیاسی ضرورت اور جماعت سازی کی بجائے افراد سازی کو ترجیح دی وہ روحانی ترقی، باطنی کمال، اسلامی سیاست، مذہبی انقلاب اور نفاذ شریعت جیسے عظیم مقاصد کے لئے مجاہدانہ سرفروشی و جانبازی، جہاد و قربانی، تجدید و انقلاب، فتح و تسخیر کی ضرورت و اہمیت کو جان کر بھی اخلاص وللّٰہیت، روحانی و قلبی قوت، احترام اکابر اور سلف و صالحین کی کامل اتباع کو مقدم سمجھتے تھے۔ جب تک یہی وطیرہ رہا، اکبر کے دین الٰہی سے لے کر کھوٹ شاہی کے سامراج تک برصغیر میں اسلامی اقدار کے تحفظ سیاسی کردار کے تسلسل اور علماء کی رہنمائی و قیادت کو دوام رہا۔

ایوبی آمریت کے خلاف بغاوت ہو یا کی تحریک ختم نبوت ہو کی تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا ملک میں سیاست و انقلاب کا کوئی مرحلہ، حالات پر علماء حق کا تسلط رہا اور سیاست کی نبضوں پر ان کے ہاتھ رہے مگر بدقسمتی سے لادین قوتیں اور اسلام دشمن عناصر جنکی مدتوں سے علماء حق کے شیرازہ کو منتشر کرنے، ان کے مساعی و کردار اور باہمی اعتماد کو پارہ پارہ کرنیکی کوششیں بار بار ناکام ہوتی رہی تھیں، سالار قافلہ مولانا مفتی محمود رح کی وفات کے بعد ان کے لئے نقب زنی کے راستے ہموار کر دیئے گئے، دشمنوں نے اس موقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا، دانستہ یا نادانستہ، بے اعتمادی اور باہمی انتشار کی اس فضاء نے بعض دوستوں سے عجلت پسندی میں کچھ ایسے کام بھی کرائے جن کی جرأت کوئی عالم دین تو کجا ایک عام گنہ گار مسلمان کو بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ برصغیر کی تاریخ میں کسی پارلیمنٹ میں نظام شریعت کا ایک جامع اور مکمل آئینی خاکہ شریعت بل کے نام سے پہلی مرتبہ جمعیۃ علماء اسلام کے علماء کو پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو لادین عناصر، باطل قوتیں، مرزائی لادینی سیاستدان اور ذمہ داران حکومت کو اس کی منظوری و نفاذ میں اپنا مستقبل تاریک نظر آیا تو آپس کے ہزاروں اختلافات کے باوجود اس کی مخالفت پر متحد ہو گئے۔ مگر دینی حمیت و غیرت اس وقت سر پیٹ کر رہ گئی جب علماء کہلانے والے بعض مذہبی حلقوں کے افراد نے بھی شریعت بل کے پوسٹر اور پمفلٹ پھاڑ ڈالے اور علی الاعلان اس کے خلاف مظاہرے بھی کئے العیاذ باللہ، جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر و رہنما اور مرکزی قائدین حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا

عبدالحق جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور، جن کی سیاسی بصیرت، تدبر و فراست، ایثار و قربانی، روحانی مراتب اور عظمت و مقام پاک و ہند کے مسلمانوں میں مسلّمہ ہے ان کے گرانقدر آرا و پالیسی اور خالص شرعی اور اسلامی حکمت عملی پر فقرے کسے جانے لگے اور اب جبکہ اسلاف کی آخری یادگار استاذ الکل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ اپنے نحیف و نزار جسم، ہزاروں عوارض و امراض اور ڈاکٹروں کے باصرار مشورہ آرام کے باوجود سب کچھ تج کر تحریک نفاذ شریعت کے لئے میدان عمل میں کود آئے ہیں اور حریت و جہاد کے تاریخی تسلسل کو زندہ کر دیا ہے تو اس موقع پر سب کو اپنی ذاتی رنجشیں، عارضی تشخص اور سیاسی وجاہتوں سے بے نیاز رہ کر میدان عمل میں مجاہدانہ کردار ادا کرنا چاہئے تھا۔ اس سے بھی قطع نظر، خود تحریک نظام شریعت اور شریعت بل ہی ایک ایسا نقطہ وحدت ہے جس کے فوری منظوری و نفاذ کی مساعی کی صحت و ضرورت میں کسی ادنیٰ مسلمان کو بھی کوئی شک اور تردد نہیں ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر اور مرکزی مجلس شوریٰ کے ارباب علم و بصیرت کے صبر و تحمل رواداری، وسیع النظری اور عہدوں اور مناصب کی لالچ سے بے نیاز ہو کر ہر پہلو اور ہر ممکن راہ سے صلح و آشتی اور افہام و تفہیم کے باوجود بھی یار لوگ اپنی ڈگر چھوڑنے پر آمادہ نہ ہو سکے۔

اب جبکہ جمعیت علماء اسلام کے سرپرست اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کی دعوت پر ۲۲ اسلامی تنظیموں اور مذہبی جماعتوں کا متحدہ شریعت محاذ کے نام سے ایک مضبوط اتحاد قائم ہو چکا ہے چنانچہ جماعتی اکابر بزرگ اور کارکن پھر سے ہمہ تن تحریک نفاذ شریعت کے عمل میں مصروف جہاد ہو گئے ہیں۔ وقت کے تقاضوں اور حالات کی ضرورت کے پیش نظر رکھ کر ۱۵ نومبر کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور میں امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ درخواستی دامت برکاتہم کی صدارت میں جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں چاروں صوبوں سے ہزاروں علماء کرام شریک ہوئے۔ انتخابی مرحلے میں جمعیۃ علماء اسلام کی نظامت (جنرل سیکرٹری) کے منصب جلیل کے لئے جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق مدظلہ کو منتخب کیا گیا جس کیلئے وہ ذہناً ہرگز تیار نہ تھے۔ آپ نے اسی وقت اپنے متعدد عوارض، مشاغل، ادارہ الحق دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی و انتظامی امور پارلیمنٹ اور متحدہ شریعت محاذ کی ذمہ داریاں اور ہمہ وقتی مصروفیات کے اعذار پیش کئے اور ان سب سے بڑھ کر انہوں نے بالحاح و اصرار اپنی کمزوری و گنہ گاری اور سراپا عصیان و خطا ہونے اور خود کو آپ نے اس عظیم و رفیع منصب کے لئے نااہل ہونے کا اصرار کیا اور معذرت پیش کی مگر امیر مرکزیہ حضرت درخواستی جن کی امارت میں حضرت مولانا مفتی محمود رح

بیادِ مجلسِ شیخ الحدیث

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب ـــــ: ـــــ مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہلِ حق

قصہ معراج کے بعض تفصیلات | ۲۰ نومبر ۱۹۸۹ء درس ترمذی سے متعلق مسودات لے کر حسب معمول بعد العصر مجلس شیخ الحدیث میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی آج کی مجلس کے علمی مباحث، دلائل، استنباط مسائل تو حقائق السنن جلد دوم میں طبع ہو کر اہل علم حضرات کی خدمت میں انشاء اللہ پہنچ جائیں گے: تاہم واقعہ معراج سے متعلق ارشادات شیخ الحدیث کے بعض حصے ایسے بھی ہیں جس سے عام قارئین بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ لہذا پیش خدمت ہیں

واقعہ معراج کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ

لیلۃ المعراج کی صبح کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو راستہ میں اتفاقاً ابوجہل سے آپ کی ملاقات ہوگئی جب اس کے سامنے تفصیلات آئیں عروج سموات، سیر ملکوت، انبیاء سے ملاقات، سدرۃ المنتہی، مقام صریف الاقلام، قرب و تجلی کے مقامات جنت و جہنم کے مشاہدات اور مختلف عجائب اور واقعات سنے تو ابوجہل ان تفصیلات کو ایک مجنون کی باتوں سے کسی طرح بھی کم نہیں سمجھتا تھا کہنے لگا:

کیا یہ ساری باتیں آپ ایک کھلے مجمع میں عام لوگوں کے سامنے بھی بیان کر دیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مجھے اس کے بیان کر دینے میں کوئی باک نہیں"

ابوجہل نے لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اور واقعہ معراج کی تفصیلات و معجزات سننے کے لئے جمع کرنا شروع کر دیا۔

ابوجہل پیغام نبوت کی اشاعت کا ذریعہ بن گیا | یہ خدا تعالیٰ کا کام اور اس کا تکوینی نظام ہے۔ کہ معجزات نبوت کی تشہیر، پیغام نبوت کی تبلیغ اور دین اسلام کی ترویج کے لئے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سننے کے لئے جمع کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے ابوجہل سے لے لیا۔ اس کی غرض کچھ اور تھی اس کے مساعی عداوت کے لئے تھیں۔ مگر اللہ نے اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعوت و تبلیغ کے راستے کھول دئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ

بہرحال اسی اثنا میں ابوجہل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس حاضر ہوا اور ان کے سامنے واقعہ معراج کو ایک تمسخر، ٹھٹھہ اور من گھڑت افسانے کے رنگ میں پیش کیا اور کہا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے واقعات بیان کر رہے ہیں جو سراسر عقل و خرد کے خلاف ہیں کیا آپ اس پر اعتبار کرنے کو تیار ہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا، جب یہ واقعات اور واقعہ معراج کی تفصیلات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں تو مجھے ان کی تصدیق و توثیق میں کوئی تامل نہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا، سچ فرمایا۔ اسی روز حضرت ابوبکرؓ کا لقب صدیق پڑ گیا۔

بیت المقدس کے علامات اور قافلوں کی خبر

بہرحال ابوجہل کی تحریک پر لوگ جمع گئے۔ اور واقعہ معراج کے تفصیلات کا بیان شروع ہوا تو قریش سنتے اور حیرت کا اظہار کرتے۔ بعض نے تعجب کیا، بعض نے تمسخر اڑایا۔ بعض نے تالیاں پیٹیں اور بطور امتحان بیت المقدس کے علامات دریافت کرنے لگے حق تعالیٰ نے بیت المقدس ان کے سامنے کر دیا۔ کفار سوال کرتے جاتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ دیکھ کر جواب دیتے جاتے تھے جب کوئی سوال باقی نہ رہا تو راستے کے واقعات دریافت کرنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتا دیا کہ

راستہ میں مجھے ایک تجارتی قافلہ ملا جو ملک شام سے مکہ واپس آرہا ہے۔ ان کا ایک اونٹ بھی گم ہو گیا تھا جو بعد میں مل گیا اور ان شاء اللہ تین روز بعد وہ قافلہ پہنچ جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ آپ نے پیشین گوئی فرمائی تھی سورج جوں ہی طلوع ہوا قافلہ پہنچ گیا۔[1]

حضرت خالد بن ولیدؓ، اللہ کی تلوار

یکم نومبر ۱۹۸۶ء حسب معمول بعد العصر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ نماز مغرب کا وقت قریب تھا۔ احباب و مخلصین، طلبہ اور معتقدین کا ہجوم تھا۔ ارشاد فرمایا۔

آج بھی ارادہ تھا کہ دارالعلوم حاضر ہو جاؤں اور کئی روز سے اسباق شروع کرنے کا بھی عزم کر رکھا ہے

---

[1] بیہقی کی ایک روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قافلہ بدھ کی شام تک مکہ پہنچ جائے گا جب بدھ کا دن ہوا اور سورج غروب کے قریب ہوا مگر قافلہ نہ پہنچا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو کچھ دیر کے لئے روک دیا۔ حتیٰ کہ قافلہ پہنچ گیا (زرقانی جلد ۲ ص ۱۲۶)

بعض روایات میں قافلے کا صبح کے وقت مکہ مکرمہ پہنچنے کا ذکر آیا ہے۔ تو یہ عین ممکن ہے کہ دو قافلے ہوں ایک صبح کو پہنچا ہو اور ایک مغرب کو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی قافلہ ہو کچھ لوگ صبح پہنچے ہوں اور کچھ مغرب کو۔ علماء سیرت اس واقعہ کو حبس شمس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ (عبدالقیوم حقانی)

مگر اچانک دوران سر کے اضافہ کی وجہ سے اس سعادت سے محروم ہوں، بدقسمتی ہے کہ طلبہ کی یہ خدمت میرے حصہ میں کم ہوتی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ معافی دے۔

باہر کے کئی ایک مہمان، بلوچستان سے مولانا سعید احمد کے علاوہ کلاچی کالج کے پرنسپل جناب محمد قاسم صاحب اور دارالعلوم کے مدرس مولانا سیف اللہ حقانی بھی تشریف فرما تھے۔ کسی مناسبت سے مولانا سیف اللہ کا اسم گرامی زیر بحث آیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔

یہ نام مبارک ہے اور اللہ نے اس نام کی لاج رکھی ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ مرض الموت میں تھے تو اپنے رفقاء سے فرمایا۔

کہ یاد رکھنا! موت نہ تو جنگ میں ہے نہ میدانِ کارزار میں۔ نہ تلوار اور نیزہ میں اور نہ دشمن کے زوردار حملہ میں۔ موت اللہ کی مرضی پر موقوف ہے۔ وہ جس رنگ میں چاہتے ہیں اسی رنگ میں موت واقع ہوتی ہے

حضرت خالد بن ولید نے فرمایا! دیکھو! میری تمہاری زندگی جہاد میں گذری میں نے ساری عمر دشمن سے مقابلہ کیا میرا وجود دشمن کی تلواروں اور نیزوں کے واروں سے زخمی اور چھلنی ہوا سارا جسم داغ داغ ہے مگر اس کے باوجود شہادت کی موت سے محروم رہا اور آج بستر مرگ پر موت کا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ تقدیر کے فیصلے اور قسمت کی بات ہے۔

معلوم ہوا کہ موت نہ میدانِ کارزار میں جہاد اور لڑنے سے واقع ہوتی ہے اور نہ موت سے بھاگنے والے موت سے بچ سکتے ہیں۔

ائمہ اور محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید کی ہزار تمنا و دعا کے باوجود بھی شہادت نہ پانا دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و خطاب کا احترام تھا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو سیف من سیوف اللہ کا خطاب دیا تھا۔ اچھی تلوار کا کام کاٹنا ہے کٹنا نہیں۔ حضرت خالد کفار کے لئے اسلام کی تلوار تھے۔ اگر کفار کے ہاتھ سے شہید ہو جاتے تو سیف من سیوف اللہ پہ حرف آتا تھا۔ لوگ کہتے یہ کیسے اللہ کی تلوار تھی جو کفار کے ہاتھ سے کٹ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ لقب کا احترام فرمایا۔ حضرت خالدؓ نے کفار کے حملوں یلغار اور میدانِ کارزار میں زندگی گذاردی مگر پھر بھی خدا کے فضل سے محفوظ رہے۔

دارالعلوم حقانیہ اور بشارتِ منامی اسی مجلس میں احقر نے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خدمت میں حضرت مولانا اسید اللہ صاحب مدرس دارالعلوم کا وہ خواب عرض کیا جو انہوں نے اس سال کے آغاز میں احقر سے بیان فرمایا تھا وہ یوں کہ:۔

مولانا موصوف خواب میں دیکھتے ہیں کہ روسی ٹینک، بلڈوزر اور فوجیں دارالعلوم حقانیہ پر حملہ آور ہیں اور مسجد کے جانب شمال میں طلبہ دورۂ حدیث کے کمرے ان کا ہدف ہیں۔ اس کو گرانا اور یہاں سے تباہی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا اُسید اللہ صاحب خواب میں روسی دشمن کے یہ ناپاک اور بدترین عزائم اور خطرناک صورت حال دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔ اسی اضطراب و پریشانی میں اچانک دارالعلوم کی مسجد کے صحن میں انہیں جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے بے تابانہ انداز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ یہاں کیسے تشریف لائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھئے یہ منظر آپ کے سامنے ہے میں دارالعلوم کی حفاظت اور دفاع کرنے آیا ہوں۔ یہ خواب سن کر حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے چہرۂ اقدس پر فرطِ مسرت سے فرحت و انبساط کی لہریں دوڑ گئیں۔ زبان پر عجز و انکسار اور شکر و حمد کے کلمات جاری ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

"مبارک ہو مبارک ہو" یہ سب اللہ کریم کی کرم نوازی ہے۔ یہ سب کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا صدقہ ہے یہ ان ہی کی شفقتیں و عنایتیں ہیں۔ یہ خواب ہم سب کے لئے اور حقانی برادری کے لئے اور دارالعلوم کے خدام و منتظمین و معاونین کے لئے ایک ڈھارس ہے۔

یہ محض عقیدت ہی نہیں بلکہ عین شریعت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے گویا فی الواقع مجھے ہی دیکھا کہ شیطان کو میری شکل و صورت بنانے کی طاقت نہیں ہے

× × × ×

بقیہ از اداریہ

نے سالہا سال کام کیا، نے اس ذمہ داری کے قبول کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس میں تکوینی امور اور غیبی اشارات شامل ہیں، قبول نہیں کرو گے تو اللہ کی بارگاہ میں مجرم ثابت ہو گے۔ چنانچہ جناب مدیر الحق نے اپنی ناتوانی و بے چارگی اور گنہ گاری و کمزوری کے ہزار اعتراف و معذرت کے باوجود جب ہزاروں علماء کا اصرار اور حضرت امیر مرکزیہ کا حکم بدستور رہا تو آپ نے تعمیل حکم و اطاعت کو اپنے دین و ایمان کا تحفظ اور دنیا و آخرت کی سعادت کا ذریعہ سمجھا اور اب دیگر درسیوں مشاغل کے ساتھ ساتھ کاروان ولی اللّٰہی کی نظامت علیا کے منصب جلیل کی ذمہ داریاں بھی آپ کے سر آ گئی اور انشاء اللہ آپ کا انتخاب جمعیۃ علماء اسلام کے مشن اور تحریک نفاذ شریعت کی تکمیل کے لئے نیک فال ثابت ہو گا۔

توقع ہے کہ جمعیۃ کے اکابر مشائخ، علماء کرام، کارکن، الحق کے قارئین اور مخلصین حسب سابق جناب مدیر الحق کے لئے دعا فرما دیں گے کہ باری تعالیٰ انہیں اس نئی اور اہم ذمہ داری کے پیش نظر خدمت دین اور مساعی غلبۂ اسلام کے مزید بہترین مواقع عطا فرما دیں اور دنیا و آخرت کی سرخروئیوں سے نوازے۔

"ادارہ"

ایک مرتبہ ایک مخلص اور دیندار اور ہمارے ثقہ بزرگ نے خواب دیکھا کہ دارالحدیث کے مغربی دروازہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دارالحدیث ہال میں تشریف لائے۔ چہرۂ انور پر مسرت کے آثار نمایاں تھے اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔

مولانا سعید احمد حقانی جو دارالعلوم کے فاضل اور بلوچستان کے ایک دینی مدرسہ میں مدرس ہیں نے اسی مجلس میں اپنا ایک خواب بیان فرماتے ہوئے عرض کیا۔

حضرت! کچھ عرصہ قبل میں نے بھی ایک خواب دیکھا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دارالعلوم تشریف لائے ہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیسے تشریف لانا ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

دارالعلوم میں ایک طالب علم بیمار ہے اس کی بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا۔

جی ہاں! یہ سب منامی مبشرات ہیں مشکل اوقات میں اللہ کریم نے ایسے مبشرات سے ڈھارس بندھوائی ہے ظاہری حالات جو ہیں وہ تو معلوم ہیں، بظاہر اسباب اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات پر بھروسہ اور جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہے اب ملکی حالات بھی آپ کو معلوم ہیں دارالعلوم ہے۔ شریعت بل کا مسئلہ ہے، متحدہ شریعت محاذ، کا مسئلہ ہے ایک طرف حکومت سے مقابلہ ہے دوسری طرف لادینی قوتوں سے ٹکر ہے۔ ایسے حالات میں اللہ کریم نے جو ہم پر فضل فرمایا ہے اور اعتدال کی راہ بخشی ہے تمام عمر کے سجدوں سے بھی اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے ٭

اس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED
TELEGRAMS : PAKTOBAC AKORA KHATTAK
TELEPHONES : NOWSHERA 498 & 599

مولانا سمیع الحق

انسانی مجد و شرف کا حقیقی معیار

— اور —

اسلام کی حقیقت شناسی

۲۰ نومبر کو جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق مدظلہ کے دارالعلوم کی جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ کو ٹائپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیا گیا تھا۔ اور اب اسے کیسٹ سے نقل کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رکھا جائے گا۔
(ع۔ ق۔ ح)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

قال النبیؐ: ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم وفی روایۃ الی نیاتکم او کما قال علیہ السلام۔

اس حدیث مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کا معیار بیان فرمایا ہے کہ انسان کس وجہ سے انسانیت کے مقام پر فائز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک کونسی چیز مقبولیت کا ذریعہ ہے اور کیا چیز مردود ہے۔ اللہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اشرف المخلوقات بنایا۔ یہ سب کائنات انسان کے لئے پیدا کی گئی یہ بحر و بر، یہ آسمان و زمین، یہ بادل، یہ نباتات و جمادات اور عناصر اربعہ غرض ان سب کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ یہ انسان کے لئے کارآمد ہوں۔ جیسے ہم گھر میں بچوں کے لئے دنیا کی تمام ضروریات جمع کرتے ہیں۔ چارپائی، چٹائی، پنکھا، چولھا، بجلی، لحاف، یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ گھر میں کوئی چیز گھر والوں کے کام کی نہیں۔ ایسے ہی کائنات کی تمام تخلیقات کا مقصد، انسان کا آرام و بقا اور اس کی خدمت قرار دیا گیا ہے۔ گویا اصل چیز جس کو اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا چاہا وہ انسان ہے۔ باقی سب چیزیں اسباب، وسائل ذرائع اور انسان کے خادم ہیں۔ اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے:۔

انی جاعل فی الارض خلیفۃ میں اس کائنات میں اپنا ایک نمائندہ اور جانشین اور خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ چھوٹا سا متحرک جرم جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل میں پیدا فرمایا۔ اسی میں سب کائنات کو سمو دیا ہے عرش

سے فرش تک کا نظام کائنات اکبر کہلاتا ہے تو یہ چار پانچ فٹ کا انسان گویا کہ کائنات اصغر ہے ؎

اتحسب انك جرم صغير　　وفيك انطوى عالم اكبر

انسان سے کہا گیا ہے کہ تو خود کو ایک چھوٹے وجود کی حقیر چیز سمجھ رہا ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم اکبر کو تیرے اس چھوٹے سے وجود میں سمو دیا ہے۔ کیا انسان میں کمالات تھے؟ بہادر اور پہلوان تھا یا تمام مخلوقات پر یہ بھاری اور طاقت ور تھا؟ ایسا نہیں، بلکہ تمام مخلوقات سے کمزور ترین مخلوق انسان ہے۔

اگر قوت و بہادری یا شجاعت و دلیری کی وجہ سے خلافت اور نیابت کا شرف اسے ملا ہوتا تو پھر چاہیے تھا کہ اللہ پاک شیر کو اپنا خلیفہ بناتے کہ وہ بہادر اور شجیع ہے۔ اور اگر نیابت کا مدار طاقتوری اور جسامت ہوتی، یا موٹاپا اور عظیم قامت ہوتی پھر تو چاہیے تھا کہ ہاتھی کو اللہ پاک اپنا خلیفہ بناتے۔ سرکش گھوڑے کو نیابت عطا فرماتے۔ صرف یہ کیا سینکڑوں اور ہزاروں انواع کی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جو انسان سے قوت، طاقت جسامت اور بہادری میں کئی گنا بڑھ کر ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ انسان کو کھانے کی وجہ سے خلافت دی گئی ہے یا اسی غرض کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ جیساکہ اس دور میں کائنات کے تمام لوگوں کا سب سے اہم مسئلہ خوراک کا مسئلہ ہے اور آج جتنے نعرے لگ رہے ہیں نظریئے قائم ہو رہے ہیں ازم پھیلائے جا رہے ہیں یا دنیا کی بڑی اور بین الاقوامی طاقتیں اور بڑی بڑی حکومتیں ہیں۔ ان کا نظام تعلیم، یا فلسفہ، سب کا مقصد پیٹ بھرنا اور کھانا ہے کہ بس عیش و عشرت سے زندگی گذارو اور مزے لے لے کر کھاؤ۔ اس انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے اور لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ انسان کو اس لئے خلیفہ بنایا گیا کہ وہ کھانے اور عمدہ طعام تیار کرنے کا ماہر ہے۔ پھر تو چاہیے تھا کہ اللہ پاک یہ اعزاز ایک بیل کو عطا فرماتے کہ وہ ہم انسانوں سے زیادہ کھاتا ہے اور ہاتھی کو نیابت کا اعزاز بخشا جاتا کہ وہ زیادہ خوراک کھاتا ہے۔ آپ کائنات میں غور کریں ایک ایک مچھلی اتنا کھانا کھاتی ہے کہ وہ ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ دس ہزار انسان مل کر بھی اتنا نہیں کھا سکتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو شوق پیدا ہوا کہ آج میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی دعوت کرنا چاہتا ہوں تو اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ساری مخلوقات کے ایک وقت کے کھانے کی دعوت میں تیار کروں گا۔ آپ ان کے ایک وقت کے کھانے کا ذمہ مجھے مرحمت فرمادیں۔ خواہ سمندر میں رہتے ہیں یا ہواؤں میں اڑتے ہیں یا خشکی میں بستے ہیں۔ اللہ پاک نے اجازت مرحمت فرمائی۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے وسیع اور عظیم پیمانے پر انتظامات شروع کر دئے۔ کیونکہ ان کے ساتھ جنات اور ہمہ نوع مخلوقات تابع و معاون تھی۔ تمام لشکروں کو مدتوں لگائے رکھا۔ میلوں وسیع دسترخوان پھیلائے گئے۔ جب کھانے تیار ہو گئے، تو پوچھا گیا سلیمان! کس مخلوق کو پہلے آپ کے دسترخوان پر بھیج دیا جائے۔ سمندر کی مخلوق، ہوا کے پرندے، یا انسان حاضر ہوں۔ حضرت سلیمان نے عرض کیا اولاً سمندروں کی

مخلوق کھانا کھالے۔ بعد میں خشکی اور فضا کی مخلوقات کو اپنی باری پہ بلالیا جائے گا۔

ادھر سمندر میں بھی مچھلیوں اور زندہ رہنے والی مخلوقات کے مختلف اور متعدد انواع ہیں۔ سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق اب تک حیوانات میں پانچ لاکھ انواع مخلوق کی معلومات ہوچکی ہیں۔ انسان ایک مستقل نوع ہے بکری علیحدہ نوع ہے۔ گھوڑا علیحدہ نوع ہے اور ہر نوع میں اربوں کھربوں کے لحاظ سے افراد ہوتے ہیں۔ تو سمندر کے حیوانات میں سے حضرت سلیمان ؑ کے ارشاد پر ایک مچھلی نے منہ نکالا۔ اور دسترخوان کے ایک طرف سے کھانا شروع کیا کھانا کیا تھا کہ ایک ہی لمحہ میں تمام دسترخوانوں کو نگل ڈالا۔ اور یہ تو عام مشاہدہ کی بات ہے کہ ایسے بڑے بڑے سمندری جانور بھی ہیں جو ایک ٹکر سے جہاز کو الٹ دیتے ہیں۔

اب حضرت سلیمان پریشان ہوئے کہ میں کیا کروں گا؟ کیونکہ ادھر یہی مچھلی منہ کھولے حضرت سلیمان ؑ سے درخواست کررہی تھی کہ میرے لئے مزید کھانے کا انتظام کرو۔ ابھی اس کو اپنی روزانہ کی یومیہ مقدار کا کھانا نہیں ملا تھا۔ حضرت سلیمان ؑ نے فرمایا تجھے کیا ہوا تو نے تو میرے مہینوں کی محنت اور میلوں پھیلے ہوئے دسترخوانوں کا صفایا کردیا۔ ساری مخلوقات کے سامنے مجھے شرمندہ کردیا۔ اب اور بھی مطالبہ کررہی ہے۔ مچھلی نے عرض کیا، اے سلیمانؑ! آپ تو میرے ایک وقت کے کھانے پر تنگ ہوگئے اور اس کا بھی صحیح انتظام نہ کرسکے۔ یہ آپ سے جتنا کچھ بھی کھایا ہے۔ اللہ پاک مجھے روزانہ اس کا سہ چند عطا فرماتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام یہ سن کر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے۔ اور کہا سبحان اللہ، اللہ تیری ہی ذات رزّاق ہے تو ہی اپنی مخلوق کو پالتا اور ان کے رزق کا انتظام کرتا ہے۔ یہ کسی انسان یا کسی بھی دوسری طاقت کا کام نہیں۔

بہرحال عرض یہ کررہا تھا کہ یہ روٹی وغیرہ انسان کا مسئلہ ہی نہیں۔ روٹی کپڑا مکان یہ اللہ کا مسئلہ ہے اس کے اختیار میں ہے مگر انسان نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تو اب اسی مسئلہ میں پھنس کے رہ گیا جیسے دلدل میں کوئی پھنس جاتا ہے۔ تو نکلنا دوبھر ہوجاتا ہے۔ مگر انسان آج تک اسی ایک روٹی کا مسئلہ حل نہیں کرسکا۔ اگر یورپ والے ہیں یا کمیونزم سے یا چینی نظریہ ہے سب اس لئے ہے کہ انسان کے لئے روٹی کپڑا مکان پورا کرلیں مگر یہ تصور غلط ہے

ما ارید منھم من رزق وما ارید ان یطعمون ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین ہ	میں نہیں چاہتا ان سے روزینہ اور نہیں چاہتا کہ وہ مجھ کو کھلائیں اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا زور آور۔

یہ لوگ تو بدبخت ہیں کہ خدا کے کاموں میں دخل اندازی کرتے ہیں منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ کہ آبادی بڑھ رہی ہے وسائل بڑھ رہے ہیں رزق اگر کم ہوا تو لوگ بھوک سے مرجائیں گے۔ برتھ کنٹرول چاہئے مگر یہ سب غیر فطری طریقے

طریقے ہیں کیونکہ انسان نے خدا کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ڈھیل دے دی ہے کہ تم اب اسے پورا کرو، تکمیل کرو۔ تو انسان اسی دلدل میں پھنس گیا کہنے لگا، بچوں کا قتلِ عام کرو۔ منصوبہ بندی سے اولاد بند کرو۔ آپریشن کراؤ۔ کہ صرف دو بچے پیدا ہوں۔ چین میں بڑا انقلاب آیا ہے۔ خدا کی خدائی سے انکار اور بغاوت کر بیٹھے ہیں۔ ایک ارب سے زیادہ انسان ہیں۔ مگر وہ ان کی روٹی کا انتظام نہیں کر سکتے۔ مجھے چند سال قبل جب چین جانا ہوا تھا تو اس وقت چین میں صرف دو بچوں کی اجازت تھی۔ زیادہ بچے نہیں پیدا کئے جا سکتے تھے اور یہ قانونی جرم تھا۔ مگر چینی حکومت دو بچوں کی شرح پیدائش سے بھی تنگ آ گئی۔ اب سنا ہے کہ وہاں کا قانون یہ بنا رہے ہیں کہ صرف ایک بچہ پیدا کرنے کی اجازت ہو کروڑوں بچے جو پیدا ہونے والے تھے۔ زہریلی ادویات سے انہیں قتل کر دیا گیا۔ اللہ کے کام میں دخل دیا تو خدا نے سزا دی کہ اپنے لختِ جگر اور جگر گوشوں کو اپنے ہی ہاتھوں قتل کرا رہے ہیں۔

چین کا کیمونزم انسان کو روٹی نہ دے سکا۔ یورپ اور امریکہ کا سارا نظام انسان کا پیٹ بھرنے اور پھر خالی ہو جانے کی گویا ایک مشینری ہے۔

یہ عرض کر رہا تھا یہ کھانا وغیرہ انسان کی وجہ شرافت وخلافت اور معیار نیابت نہیں۔ اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ شادی بیاہ اور جنسی خواہشات کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات ٹھہرایا گیا کیونکہ اگر ایسا ہو تو وہ حیوانات اشرف المخلوقات بنا دئے جاتے جو انسان سے جنسی خواہشات میں ہزار چند بڑھ کر ہیں۔ ایک چڑیا کی شہوانی قوت انسان سے بڑھ کر ہے۔ یہ سب چیزیں انسان کی شرافت اور مقبولیت کا معیار نہیں تھیں۔ اور اگر انسان سب چیزوں سے بے نیاز، سب سے زیادہ طاقت ور مضبوط اور غیر منقاد قرار دیا جائے اور اس کو اس کی وجہ شرافت قرار دیا جائے تو یہ بھی غلط ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ بے کس، بے بس اور محتاج انسان ہی ہے۔ ہر ہر چیز کے ہم محتاج ہیں اور وہ ہماری زندگی کا ذریعہ ہیں اور ہم کسی چیز کے کام نہیں آتے۔ ہمیں تو روٹی، زمین، کاشت، پانی، فصل کٹائی، صفائی، آٹا گوندھنا سب کے لئے احتیاج ہے۔ ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

آسمانوں کی گردش، یہ بادل، سورج، چاند تارے، پانی سب گردش میں ہیں۔ اور مصروف کار ہیں کہ انسان کے لئے روٹی کا نوالہ بنایا جائے۔ گویا انسان کائنات کے ذرّے ذرّے کا محتاج ہے۔ انسان مسکینی کا ایک مشکیزہ ہے۔ اگر سورج بادل، روشنی یا پانی اور ہوا وغیرہ میں سے کوئی ایک چیز بھی ختم کر دی جائے۔ تو انسان زندہ نہیں

رہ سکتا۔ اور بصورت دیگر اگر دنیا بھر سے انسان فنا کر دیا جائے کوئی متنفس باقی نہ رہے تو دنیا کے نظام میں کوئی کمی نہیں آتی۔ کسی چیز کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ انسان کے نہ ہونے سے پانی۔ گندم۔ جوار۔ گھاس اور ہوا اور فضا کا کوئی نقصان نہیں۔ مخلوق کی کوئی چیز انسان کی محتاج نہیں۔ معلوم ہوا دنیوی نظام و رابطہ میں انسان پر کوئی نظام موقوف نہیں۔ انسان کے لئے ساری کائنات مسخر کر دی۔ اور اس کے تابع و محکوم بنا دی۔

وسخر لکم ما فی السموات — جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے

وسخر لکم ما فی الارض — جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ نے تمہارے تابع کر دیا ہے۔

وسخر لکم الانعام — اور مویشی اللہ نے تمہارے تابع کر دیے ہیں۔

وسخر لکم البحر — اور اللہ نے دریاؤں کو تمہارے فرماں بردار کر دیا ہے۔

وسخر لکم ما فی الارض جمیعا — جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔

قرآن میں ہر ہر چیز کی تسخیر کا اللہ پاک نے ذکر فرمایا ہے کہ سب کائنات میں نے انسان کے بیگار میں دے دی ہے۔ بیگار میں نہ تنخواہ ہوتی ہے نہ روٹی دینی پڑتی ہے بس بیگار میں آنے والے کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ خدا نے ساری کائنات انسان کے لئے گویا بیگار میں لگا دی ہے۔ سورج بغیر تنخواہ کے گردش میں ہے ہوا اور دریا بغیر تنخواہ کے مسخر ہیں۔

وجہ اللہ پاک نے بیان فرمائی کہ انسانیت کا معیار و مقبولیت دولت بنک بیلنس نہیں، نہ حسن و جمال اس کا معیار ہے۔ صورت کی وجہ سے فضیلت نہیں دی۔ صورت تو فتنوں کا باعث بنتی ہے۔ مگر باطن اور اندر کی صفائی انسان کی نجات کا ذریعہ بنتی ہے۔ اگر صورت پر ہوتا تو سب انسان ایک مقام پر ہوتے کہ سب کی صورت ایک جیسی ہے مگر کوئی ابوجہل ہے اور کوئی ابولہب ہے اور کوئی پیغمبر ہے کوئی ظالم ہے کوئی مصلح ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

گر بہ صورت آدمی انسان بدے
احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

اگر صورت پر ہوتی تو ابوجہل و ابولہب اور ابوبکرؓ و عمرؓ کا ایک مقام ہوتا۔ لیکن ایک طبقہ اسفل السافلین میں پہنچ گیا۔ اور دوسرا رتبہ و مقام میں فرشتوں سے بھی بڑھ گیا ؎

آنچہ مے بینی خلاف آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند

جب اندر سے ڈھانچہ خالی ہے اور روح اندر نہیں ہے، سیرت نہیں، صورت کیا فائدہ دے گی، جوانی ہے حسن ہے، بیماری کا ایک دورہ ہوا سارا حسن بہا کر ساتھ لے گئی۔ بڑھاپا آتا ہے حسن ختم ہو جاتا ہے۔ بال سفید

ہو جاتے ہیں چمڑی لٹک آتی ہے دانت اکھڑ جاتے ہیں پھر اسی اولیں حالت کو لوٹا دیا جاتا ہے۔

ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق

صورت جتنی بھی اچھی ہو فانی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص کسی حسین و جمیل لڑکی پر فریفتہ ہو گیا۔ اور کسی شیخ کا مرید تھا۔ اس نے ہزار چند اصلاح کی کوشش کی مگر محبت ختم نہ ہو سکی جب کوئی صورت بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ تو ایک حکیم کے ذریعہ اس لڑکی کو تیز جلاب پلا دیا جس سے سلسل جریان بطن ہوا کہ لڑکی نڈھال، نحیف و نزار ہو گئی۔ حسن جاتا رہا شکل بدل گئی کہ پہچانی نہیں جاتی تھی۔ محب کو بلایا گیا کہ محبوبہ کے قریب آؤ اور دید و وصال کے مزے اٹھاؤ۔ مگر محب نے اس کے محبوبہ ہونے سے انکار کر دیا۔ تو اسے بتایا گیا یہ اسی محبوبہ کا ڈھانچہ ہے جس کے تم چاہنے والے ہو، مگر جس کے تم محب تھے وہ فانی حسن تھا جو نجاست ہیں اس نے بوجہ جریان بطن کے انڈیل دیا ہے وہ غلاظت ہے اس سے غرض اس کو سمجھانا تھا کہ حسن ظاہری انسانیت نہیں بلکہ یہ تو چند روزہ کی رعنائی ہے زیبائش ہے۔

تو اللہ پاک نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرا دیا کہ معیار شرافت ظاہری حسن و کمال اور دنیا کی متاع و مال نہیں کہ مالدار ہو تو اللہ راضی ہوگا اور کروڑپتی ہو۔ تو حضور کی شفاعت حاصل ہو گی۔ یہ بات نہیں اللہ خزانوں کا مالک ہے۔ ہمیشہ سے تمام انبیاء کرام کے محنتوں اور تعلیمات کا محور انسان کی باطنی سیرت رہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام انتہائی حسین اور جمیل تھے حسن و جمال کی وجہ سے عورتوں کے فتنہ کا نشانہ بن گئے پریشان ہوتے، الزامات آئے۔ جیل میں پہنچ گئے۔ کئی سال مصر کے جیل خانہ میں پڑے رہے مگر جیل کے اندر جب کمال ظاہر ہوا، نبوت و تعلیمات، وحی و بصیرت اور علم و سیرت ظاہر ہوئی تو اللہ نے آپ کو جیل سے مصر کے تخت پر پہنچا دیا۔ صورت و شکل نے جیل پہنچا دیا تھا۔ خود حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ قحط آ رہا ہے تباہی و آزمائش آ رہی ہے خزانے میرے حوالے کر دو کہ تم ان کو سنبھال نہیں سکتے۔

اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم ہ

مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر فرما دیجیے میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا۔

کہ خدا نے مجھے علم و معرفت دی ہے سیرت دی ہے میں خزانوں اور منصوبوں کو چلا سکتا ہوں۔ یہ نہ کہا کہ میں حسین و جمیل ہوں بلکہ سیرت و کمال کا اظہار کیا اِنّی حفیظٌ علیم کہ مجھے علم حاصل ہے کام سمجھتا ہوں۔ دیانت دار ہوں، محافظ ہوں۔ بددیانت نہیں۔ عزیز مصر کو حضرت یوسفؑ نے علم و دیانت پیش کیا حسن نہیں پیش کیا اسی علم و دیانت نے یوسفؑ کو تخت مصر پر پہنچایا۔

ہمارے اکابر اور اسلاف امت کی نظر شکل و صورت پر نہ تھی، سیرت پر تھی، ہمارے بڑے بڑے اکابر علماء

اسلاف امت، جو دین کے ستون اور علم کے پہاڑ تھے۔

حضرت عطا ابن ابی رباح، جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے ہزاروں شاگرد ہیں اس قدر اساتذہ و ائمہ و اکابر ہیں صرف آپ کے متعلق ان کا قول ہے کہ

ما رایت افضل من عطاء بن ابی رباح۔	میں نے حضرت عطا سے زیادہ افضل اور بہتر استاد نہیں دیکھا۔

جب حضرت عطا وفات ہوئے تو مدینہ منورہ میں ایک کہرام برپا ہوگیا اور کئی روز تک لوگ غم واندوہ میں تھے اور کہتے تھے کہ ہم سے عافیت کی چادر دور ہوگئی ماوجدناہ الا کالعافیہ

عافیت بہت بڑی دولت ہے نہ ہو تب پتہ لگتا ہے یہ آج اللہ نے ہم سب پر عافیت کی چادر ڈالی ہوئی ہے ہم عافیت میں ہیں بے غم ہیں، صحت مند ہیں، کھانا پینا اللہ پاک عطا فرماتے ہیں خاص کر طلبہ کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، بے غم و بے فکر کردیا ہے ماں باپ نے اپنے دنیوی کاروبار اور ذاتی وخاندانی خدمات ترک کرا کے، خالص تحصیل علم و خدمت دین کے لئے اپنے سے جدا کردیا ہے۔ والدین خود مزدوری کرتے ہیں محنت کرتے ہیں مگر اولاد کا پیٹ پالتے ہیں خالص عافیت ہے ابتلا نہیں، آزمائش نہیں مگر جس انسان سے عافیت ختم ہوجاتی ہے بیماری میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ آزمائش میں گھر جاتا ہے، آفات آجاتے ہیں تب عافیت کی قدر پیدا ہوتی ہے۔

اللھم انا نسئلک العفو والعافیہ فی الدین والدنیا والاخرہ	اے اللہ ہم آپ سے دنیا و آخرت اور دین کے معاملات میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

یہ آپ ﷺ اور حضرات صحابہؓ کی محبوب دعا تھی کہ عافیت کا سوال کرو۔ جن قوموں سے عافیت ختم ہوئی ان پر کیا گذری۔ ہمارے بھائی یہ افغان مہاجرین و مجاہدین افغانستان میں اپنے گھروں میں، باغوں میں، لطف و عیش میں تھے امن و امان تھا، سکون تھا اپنے گھر تھے اپنی زمینیں تھیں۔ اپنی سواریاں تھیں آزادی تھی، عافیت تھی، سب کچھ تھا مگر اس کی قدر نہ کی۔

آج اللہ نے وہ نعمت چھین لی۔ عافیت کی چادر اتار لی۔ تو کیا حال ہوا۔ جلاوطنی ہے ہجرت ہے۔ صحراؤں اور ریگستانوں کی زندگی ہے نہ کھانا ہے نہ عیش و عشرت ہے۔ اب عافیت کی چادر کا احساس ہوتا ہے۔ بہرحال حضرت عطاؒ گویا اہل مدینہ کے لئے عافیت تھے جب وفات ہوئے تب پتہ چلا کہ عافیت کی چادر چھن گئی۔ امام اصمعیؒ کا ہم سب نام سنتے ہیں۔ لغت کا عظیم امام ہے ان کا قول حجت ہے علوم عربیہ کے بادشاہ ہیں شکل و صورت کی یہ حالت تھی کہ ہارون الرشید جو ایک عظیم بادشاہ گذرا ہے۔ ایک دنیا پر اس کی سلطنت تھی۔ بڑا دبدبہ تھا، علم کا خادم تھا اس کی ایک لونڈی تھی حسین، جمیل، شاعرہ و ادیبہ، فصیحہ و بلیغہ۔ اس زمانہ میں علم کی قدر تھی۔ غلام تھے مگر آج ہم انہیں سیدنا و امامنا

سے یاد کرتے ہیں۔ تو یہ لونڈی بڑی سرکش تھی، ناز و نخرے تھے اتنے بڑے بادشاہ کے قابو میں نہیں آرہی تھی۔ بادشاہ پریشان تھا کہ اس قدر زر و جواہر میں لدی ہوئی ہے۔ پھر بھی سرکشی سے باز نہیں آرہی۔ اب ہارون الرشید کے دماغ میں تدبیر آئی۔ ہوا یوں کہ لونڈی دربار میں آئی۔ امام اصمعی بھی تشریف فرما تھے۔ بادشاہ نے حضرت اصمعی کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت تشریف لائیے، یہ لونڈی آپ کے حضور بطور تحفہ پیش خدمت ہے قبول فرمایئے۔ لونڈی یہ سنتے ہی ہارون الرشید کے پاؤں پڑ گئی روتی اور چلاتی تھی کہ مجھے آگ میں جلا دو مگر اس جیسے بدشکل مولوی کو مجھے نہ دو۔

ہارون نے کہا بس میں سمجھ رہا تھا کہ تجھے اس ترکیب سے درست کرایا جا سکتا ہے۔ اصمعی کی شکل و صورت کا یہ حال تھا مگر خدا نے علم دیا تھا فضیلت دی تھی، کمالات دئے تھے اب سب کے امام ہیں۔

جاحظ، ایک بڑے باکمال امام گذرے ہیں طلبہ جانتے ہیں کہ ان کا کیا مقام تھا۔ چار ستون ہیں ادب عربی کے، جس طرح فقہ کے چار امام ہیں، ان پر علوم عربیہ کی عمارت قائم ہے۔ ان میں ایک حضرت جاحظ ہیں جن کا نام علم کی ضمانت ہے مگر شکل و صورت کا یہ عالم تھا کہ :-

راستے میں جا رہے تھے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی عرض کی حضرت! میرے ساتھ تشریف لائیے میرا تمہارے ساتھ کام ہے کچھ ضرورت ہے۔ آپ کو ساتھ لیا اور لے جا کر ایک زرگر کی دکان کے سامنے کھڑا کر دیا اور دکاندار سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ یوں بناؤ اس شخص کی طرح۔ پھر وہ بوڑھی عورت حضرت جاحظ کو دعائیں دیتی چلی گئی کہ میرا کام ہو گیا۔ عورت چلی گئی، جاحظ دوکاندار سے پوچھنے لگا۔ کیا بات ہے عورت کس لئے مجھے لائی اور آپ سے کیا کہہ کر چلی گئی۔ جب امام جاحظ نے اصرار کیا تو دوکاندار نے صورت حال بتا دی اور کہا کہ اس عورت نے مجھے کہا تھا کہ شیطان کی صورت بنا دو سونا بھی لے آئی تھی مالدار عورت ہے۔ تو میں نے کہا کہ شیطان کی کیا صورت اور کیا شکل ہے کوئی نمونہ دکھاؤ تب بنا سکوں۔ وہ عورت آپ کو پکڑ لائی اور اشارہ کر دیا کہ یہ شخص شیطان صورت ہے اس جیسی تصویر بنا دو۔ تو آج کسے علم ہے کہ جاحظ کی یہ صورت تھی۔ یہ صورتیں اور ظاہری بدصورتیاں سب چھپ جاتی ہیں جب سیرت کا کمال آتا ہے سرداری، بادشاہی، علم، سیادت، قیادت قوموں کو حاصل ہو جاتی ہے۔

لہٰذا صورت کو شریعت نے معیار نہیں بنایا۔ اصل معیار جسم نہیں ہے بلکہ سیرت ہے۔ اندر کے کمالات ہیں۔ روح ہے۔ جس کی وجہ سے انسان ساری کائنات کا تاجدار ہے۔ آج ساری کائنات جسم پر محنت کر رہی ہے صورت پرستی اور مادہ پرستی کا دور ہے کہ جسم کو آرام سے رکھا جائے۔ بہترین محلات ہوں۔ آرام کے لئے نرم بستر عمدہ اور لذیذ کھانے ہوں۔ کپڑے، سواریاں، جہازوں میں اڑنا ہو، چاند پر پہنچنا ہو۔ آج یورپ میں جس قدر یونیورسٹیاں ہیں تعلیمات ہیں اور جس قدر فلسفے ہیں، نظریے ہیں یورپ اور امریکہ میں یہ سب جد و جہد اس لئے نہیں

کہ انسان میں انسانیت پیدا ہو، اخلاق پیدا ہوں، علم و بصیرت اور روح پیدا ہو۔ اس پر توجہ نہیں یہ سب مادہ پرستی ہے جس کا معنیٰ صرف اور صرف یہ ہے کہ کھانا پینا اور نکالنا۔ تعلیم ہو، کلرکی ہے۔ بابو بن جائیں، افسری حاصل ہو، جوار کی روٹی کی جگہ ڈبل روٹی کا کھانا ہو۔ موٹروں میں پھریں جہازوں میں اڑیں بقول اکبر آبادی مرحوم ؎

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی، کلرکی کر خوشی سے پھول جا۔

اکبر الہ آبادی مرحوم بڑے پتے کی باتیں کہہ گئے ہیں انہوں نے مغربی تہذیب اور مادہ پرست لوگوں پر خوب نشتر چلائے ہیں۔ آخر یہ مقام ہے تعلیم کی اور نتیجہ کلرکی ملا۔ اگر بڑے سے بڑا سیکرٹری بھی کسی محکمے کا بن جائے تو وہ بھی ایک کلرک ہی ہے یہی اس کی زندگی ہے۔

ذالک مبلغھم من العلم مبلغ علم ہی یہی ہے کہ تعلیم حاصل ہو کلرک بن جائیں، بابو، افسر اور سیکرٹری بن جائیں ۵۰، ۶۰ سال کی عمر میں پہنچے تو پنشن پائیں پھر ہاتھ میں ڈنڈا لئے سڑکوں پر ٹہلتے رہیں کہ وقت گذارنا ہے۔ اور بعض تو وقت گذارنے کے لئے کتے پالتے ہیں۔ یہی خلاصہ نکلا، زندگی کا پھر فائدہ کیا نکلا۔ یا کلون کما یاکلون الانعام والنار مثوی لھم یورپ ہے یا کمیونزم والے ہیں یا روس ہے سب دنیا کو متمتع قرار دے کر مزے لوٹ رہے ہیں کوئی زندگی کا مقصد نہیں یہ انسانیت کا معیار نہیں۔

آج کی سیاست، ازم، انقلابات اس کے تابع ہو گئے۔ امریکہ نے سرمایہ دارانہ نظام اپنایا حلال ہو یا حرام جواز یا عدم جواز سے کوئی سروکار نہیں بس سرمایہ جمع کرنا ہے۔ کامیاب انسان وہی ہے جس نے زیادہ مال جمع کر لیا۔ بنک بڑے بڑے ہوں تمام معاشرے کا خون سودی نظام کے ذریعے چوس لینا کمال بنا لیا گیا ہے ـــــ ڈاکہ، سمگلنگ ملاوٹ، چوری، ظلم اس سے کوئی سروکار نہیں۔ بس سرمایہ جمع کرو۔ تو ایک انسان قارون کی طرح خزانہ پر بیٹھ گیا لاکھوں انسانوں کا حق مار ڈالا، ظلم کیا، اب غربا اور مظلوم مجبور ہوئے انہوں نے غیر فطری نظام کے خلاف بغاوت کر دی۔ غیر فطری نظام سے بغاوت اور ردعمل بھی غیر فطری ہوتا ہے۔ تو اس بغاوت کے نتیجے میں کمیونزم وجود میں آیا جو روس کا لعنتی نظام ہے یہ سرمایہ داروں کا ردعمل ہے جو مارکس کے فلسفہ کی صورت میں ظاہر ہوا کہ بس سرمایہ دار سے سرمایہ اور زمیندار سے زمین چھین لو، دولت چھین لو۔ اس کیلئے لینن اور کارل مارکس نے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا۔ خلاصہ یہ کہ آج روس ہو امریکہ، سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت دونوں جگہ روٹی کیلئے انسان ٹھوکریں کھاتے ہیں مسئلہ پھر بھی حل نہیں ہوا جو کانوں سے موجود ہے نے ہیں چین میں ان کے وہ سب کمیونسٹی سنٹر اور نظام دیکھے ہیں وہاں صبح سے شام تک کام میں کھپتے ہیں ۱۴، ۱۵، ۱۹ سال کی لڑکیاں سڑکوں پر کام کرتی ہیں ریڑھے چلاتی ہیں یہ عورتوں کے حقوق کی پامالی ہے اسلام نے انہیں آبگینہ قرار دیا ہے اور مردوں کے ذمہ ان کے حقوق کی ذمہ داری رکھی ہے آج کارخانوں کی آگ میں یہ زندہ جلتی ہیں انکی نگاہوں میں فریاد ہے میں نے پوچھا تم کیا کھاتے ہو تو کہا ہمیں روٹی کا ایک پیڑہ دیدیا جاتا ہے مغرب کو۔ یہ وہی بیل اور حیوان کی مثال ہوئی کہ سارا دن کام لو رات کو گھاس ڈال دو نہ سکون حاصل ہے نہ راحت نہ چین ہے نہ اطمینان۔ بہرحال وقت نہیں ہے انشاء اللہ بقیہ گذارشات دوسرے موقعہ پر عرض کروں گا۔

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
SOHRAB
سُہراب

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
EAGLE IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
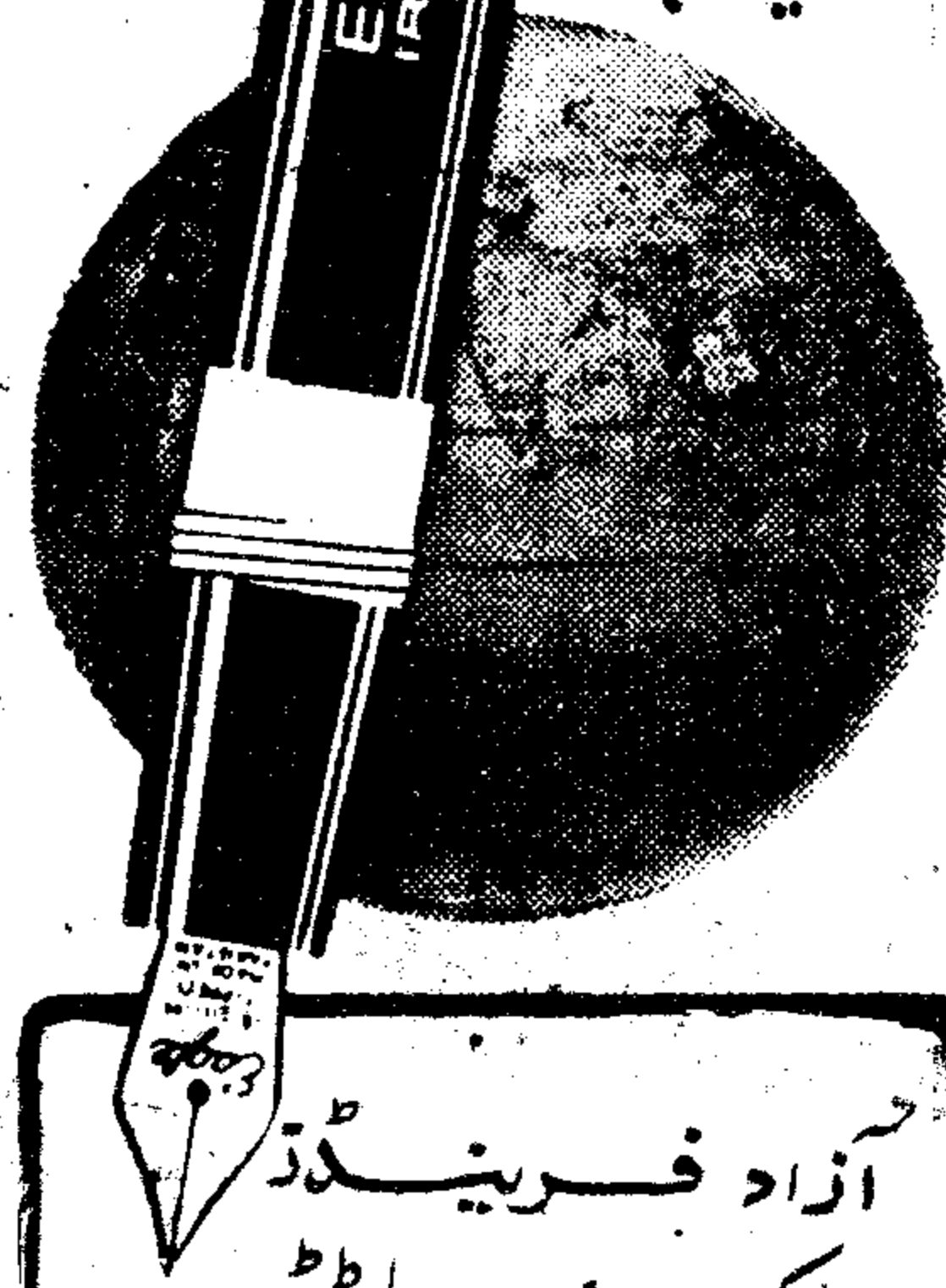
قسط ۲

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

حضرت میاں سید اصغر حسین محدث دیوبندیؒ

اور

درس ابوداؤد کی چند جھلکیاں

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و سوانح ناظرین کرام گذشتہ شمارے میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان کے درس ابوداؤد کی جھلکیاں اس صحبت میں ملاحظہ فرمایئے

پہلے لکھ چکا ہوں کہ میں شوال ۱۳۵۴ھ میں دورۂ حدیث کے ایک طالب علم کی حیثیت سے دارالعلوم میں داخل ہوا۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ سے میاں صاحب کا درس لکھنا شروع کیا۔ اس وقت ۲۸ صفحات ہو چکے تھے۔ ان صفحات کی احادیث پر جو کچھ میاں صاحب نے فرمایا وہ قلم بند نہیں کیا جا سکا۔ باقی درس کی تقاریر بھی مکمل نہیں کر سکا۔ ۲۰ شعبان ۱۳۵۵ھ کو ابوداؤد شریف ختم ہوئی۔ اس وقت تک یہ کام جاری رہا۔ درمیان میں کچھ عرصہ میاں صاحب نے نہیں پڑھایا۔ یاد نہیں کہ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے یا کسی سفر کی وجہ سے۔ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ نے میاں صاحب کی قائم مقامی میں پڑھایا۔ میں ان کی تقاریر نہ لکھ سکا۔ اس وقت میاں صاحب کے درس ابوداؤد کی چند جھلکیاں دکھانی مقصود ہیں۔ ان کی تقریر اول تو خود ہی مختصر ہوتی تھی پھر میں بھی اس میں کچھ اختصار کر دیتا تھا۔ اس مختصر در مختصر سے چند اقتباسات لئے گئے ہیں۔ اس سے مقصود ان کی طبیعت کے رنگ اور مخصوص طرز تقریر کا ظاہر کرنا ہے۔ علمی مضامین اور فقہی مباحث کو قصداً درج نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ایک محدود مقالے کے اندر اس کی گنجائش نہ تھی۔ بہت دنوں سے یہ داعیہ پیدا ہو رہا تھا کہ میاں صاحب پر کچھ لکھوں۔ اب معذوری کے عالم میں اس داعیہ کی تعمیل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کو اور میرے اساتذہ حدیث و تفسیر اور معلمین فقہ و عقائد کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور مجھے ان کے نقش قدم پر چل کر اتباع شریعت و سنن کی پوری پوری توفیق بخشے۔ آمین

میاں صاحب نے ایک دفعہ درس ابوداؤد کے بعد احقر سے فرمایا تھا (یہ یاد نہ رہا کہ کس بات پر یا کس

سوال پیہ فرمایا تھا) کہ "مسلم شریف کی شرح نووی جو مسلم شریف کے ساتھ کی گئی ہے اس کو ضرور پڑھنا چاہیے میرے یہاں ابو داؤد میں ناغہ ہو جائے۔"

حضرت کا یہ قول بھی برابر یاد آتا رہتا ہے۔

ابو داؤد کے باب فی السلام کی پہلی حدیث کی اسناد میں ابو اسحاق کے چھ شاگرد ہیں۔ جن میں سے دو سفیان اور اسرائیل ہیں۔ اس حدیث کے آخر میں امام ابو داؤد نے یہ بات واضح فرمائی ہے کہ اس حدیث کے الفاظ سفیان کے ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا ،، حدیث اسرائیل لم یفسرہ ،، ۔ لم یفسرہ کی ضمیر کے متعلق میاں صاحب نے تین صورتیں بیان کیں۔ ان میں سے دو صورتیں یہ ہیں۔

۱۔ ضمیر، حدیث کی طرف راجع ہو رہی ہے یعنی حدیث اسرائیل نے نہیں تفسیر کیا حدیث سفیان کو۔

۲۔ ضمیر سلام کی طرف راجع ہے یعنی حدیث اسرائیل نے نہیں تفسیر کیا سلام کو۔

اس کے بعد میاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا خلیل احمد انبہٹوی نے جو بذل المجہود لکھنی شروع کی تو دارالعلوم دیوبند کے مدرسین (یعنی اساتذہ حدیث) سے معلوم کیا کہ یہ ضمیر کس طرف پھرتی ہے۔ اپنی اپنی تحقیق بیان کریں۔

باب فی لوۃ الرجل التطوع فی بیتہ | کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز نفل پڑھنا۔

اس باب کے تحت جو حدیث ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا۔ گھر میں نفل نماز پڑھنا افضل ہے۔ مسجد میں جائز ہے۔ آج کل مسجد میں نفل میں نماز پڑھنے کو ناجائز ثابت کرنے کے لئے رسالے لکھے جاتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ گھر میں بال بچوں میں جا کر گھر جائے گا۔ یا اگر مکان مسجد سے دور ہے تو نفل پڑھنے سے پہلے ممکن ہے راستہ میں کام نکل آئے اگر گھر مسجد سے بالکل قریب ہے تو البتہ افضل یہ ہے کہ گھر میں نفل نماز پڑھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نوافل گھر ہی میں پڑھنے کا تھا۔ لیکن آپ نے مغرب کے بعد مسجد میں بھی نفل پڑھے ہیں۔ اس سے مسجد میں نفلی نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

باب فضل الجمعہ کے ذیل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث ہے جس کو انہوں نے مرفوعاً بیان کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت جمعہ کے دن وقت جمعہ شروع ہوتے ہی باب مسجد میں آکر بیٹھ جاتی ہے پھر اول ساعت میں آنے والے اور دوسری ساعت میں آنے والے نمازیوں کے نام وہ جماعت لکھتی ہے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے میاں صاحب نے بطور خوش طبعی فرمایا:

"اگر کوئی شخص حاضری (طلبہ) کو بدعت کہے گا تو ہم حاضری کا ثبوت دیں گے۔"

باب الجمعہ فی القری | میں عبدالرحمن بن کعب بن مالک کی روایت ہے۔ عبدالرحمن بن کعب بن مالک ؓ

فرماتے ہیں۔ کہ میرے باپ کعب بن مالکؓ جب جمعہ کی اذان سنتے تھے تو وہ اسعد بن زرارہؓ کے لئے دعائے رحمت کرتے دریافت کرنے پر حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ میں ان کے لئے دعائے رحمت اس لئے کرتا ہوں کہ انہوں نے ہزم النبیت میں (جو مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے) حرۃ بنی بیاضہ کے اندر جو نقیع الخضمات میں واقع ہے ہم کو سب سے پہلے جمعہ پڑھایا تھا۔ الفاظ یہ ہیں:

لانہ اول من جمع فی ھزم النبیت من حرۃ بنی بیاضۃ فی نقیع الخضمات

اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب نے فرمایا:

ھزم النبیت عام ہے اس میں سے حرۃ بنی بیاضۃ خاص ہوا اور اس خاص میں سے نقیع خاص ہوا جیساکہ دیوبند کہا جائے اس کے بعد دار العلوم پھر اس کے بعد نو درہ کہا جائے۔

باب الرجل ینعس والامام یخطب میں حدیث ذیل ہے۔

عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا نعس احدکم وھو فی المسجد فلیتحول عن مجلسہ ذالک الی غیرہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ تم میں سے کسی شخص کو اونگھ آئے دراں حالیکہ وہ مسجد میں ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی جگہ تبدیل کردے۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا۔ نیند حرکت ظاہری یا حرکت باطنی سے زائل ہو جاتی ہے۔ حرکت ظاہری اٹھنا، چلنا، پھرنا منہ پر پانی ڈالنا وغیرہ ہے اور تبدیل مقام بھی نیند کے دور کرنے کے لئے تجربہ کا علاج ہے حرکت باطنی کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص حافظ امام کی اقتدا میں تراویح پڑھ رہا ہے جس وقت اس مقتدی کو نیند آئی سامع نے حافظ کو بتایا (وہ سونے والا) مقتدی فوراً جاگ پڑے گا اور نیند دور ہو جائے گی۔

باب الصلوٰۃ بعد الجمعہ کے تحت جو عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث ہے جس سے عبداللہ ابن عمرؓ کا بعد جمعہ دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھنا معلوم ہوتا ہے اس کی تشریح میں میاں صاحب نے فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جب مکہ معظمہ میں ہوتے تھے تو جمعہ کی دو رکعتیں کچھ دور چل کر پڑھتے تھے۔ پھر اس جگہ سے ہٹ کر چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ تو گویا بعد الجمعہ ۶ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور یہ نمازیں مسجد حرام میں ہوتی تھیں اور جب مدینہ منورہ میں مقیم ہوتے تھے تو بعد الجمعہ گھر تشریف لے جاکر دو رکعتیں پڑھتے تھے (چار بھی اس کے بعد گھر ہی میں پڑھتے ہوں گے)

امام ابوحنیفہ بعد صلوٰۃ الجمعہ چار رکعات پڑھنے کو فرماتے ہیں۔ اور صاحبین چھ رکعتیں۔ اور دونوں کا مذہب احادیث سے ہی مستنبط ہے۔ اب چھ کی ترتیب میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ یا تو پہلے چار پڑھے اور ۲ بعد کو

پڑھے۔ اور حنفیہ کے نزدیک یہی صورت ہے لیکن اگر دو پہلے اور چار بعد کو پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی والد حضرت شیخ الہند پہلے دو بعد کو چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

باب ترک الاذان فی العید کے ماتحت جو حدیث ابن عباس کی ہے اس میں ایک جملہ ہے۔

فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند دار کثیر بن الصلت فصلی ثم خطب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کثیر بن الصلت کے مکان کے قریب، پھر نماز پڑھی، اس کے بعد خطبہ دیا۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا:

عند دار کثیر بن الصلت سے مراد یہ ہے کہ اب جس جگہ دار کثیر بن الصلت ہے اس کے قریب آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید ادا فرمایا کرتے تھے۔ دار کثیر بن الصلت کے لفظ سے پتہ بتانا مقصود ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ اب جس جگہ دارالحدیث ہے وہاں ہم تیرا کرتے تھے (اس جگہ پہلے تالاب تھا)

باب صلوٰۃ الخوف شروع ہوا تو میاں صاحب نے فرمایا:

جمہور کا مذہب ہے کہ صلوٰۃ الخوف اب بھی باقی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہؓ نے کابل میں ۴۷ ہجری میں بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے۔ اور ابوداؤد نے تقریباً ۱۵ صورتیں صلوات الخوف کی نقل کی ہیں۔ اتنی صورتیں کسی کتاب میں نہیں ہیں۔

باب صلوٰۃ التسبیح حضرت میاں صاحبؒ نے اس باب کی حدیث کا خلاصہ مطلب اس طرح بیان فرمایا:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ترکیب صلوٰۃ التسبیح بیان فرما کر فرمایا اگر ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ پڑھ لینا۔ یہ نہیں تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ، نہیں تو ایک سال میں ایک مرتبہ۔ ورنہ تمام عمر میں ایک دفعہ پڑھ لینا۔ میاں صاحب نے اس کے بعد فرمایا کہ مولوی کو وعظ میں اس نماز کی فضیلت اور ترکیب بتانے کا تو ثواب مل ہی جاتا ہے اگرچہ پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ مگر مولوی کو ایک مرتبہ تمام عمر میں ضرور یہ نماز پڑھ لینی چاہیے

باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابتہ اھلہ فقال ھل تدرون ما مثل ذالک ..... الخ

میاں صاحب نے اس حدیث کا مطلب بیان کر کے فرمایا صحاح ستہ میں ایسی اڑتالیس کے قریب مثالیں ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔

ینطلق احدکم فیرکب الحمرقۃ ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس

یعنی تم میں سے ایک شخص حماقت کرتا ہے پھر میرے پاس آ کر یا ابن عباسؓ یا ابن عباسؓ پکارتا ہے یعنی تین

طلاقیں دے کر پھر دریافت کرتا ہے۔

میاں صاحب نے فرمایا:

"لوگ کہتے ہیں مولوی بڑے بدخلق ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر ڈانٹنا ہی پڑتا ہے۔ دیکھو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی غصہ کا اظہار کیا۔

باب فی القافۃ | عن عائشۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً مسروراً فقال عائشۃ الم تری ان مجزز المدلجی رای زیداً واسامۃ قد غطیا رؤسھما بقطیفۃ وبدت اقدامھما فقال ان ھٰذہ الاقدام بعضھا من بعض۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ خوش تھے۔ اور فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجزز المدلجی (قیافہ شناس) نے زید اور اسامہ کو اس حال میں دیکھا کہ دونوں کے سر چادر سے ڈھکے ہوئے تھے اور پاؤں کھلے ہوتے تھے (اور) کہا کہ یہ قدم بعض بعض سے ہیں (یعنی یہ قدم باپ بیٹے کے ہیں)

اس کی تشریح کرتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا۔

"اس سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر لنبان کے اقوال پیش کرنا اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے واسطے مفید ہے اور یہ بھی فرمایا کہ کسی جگہ کے طالب علم اگر چادر اوڑھ کر لیٹ جائیں تو اتنا تو ہم بھی قیافے سے بتادیں گے کہ یہ اہل بنگال کے پاؤں ہیں۔

باب فی صوم الدھر تطوعاً | عن ابی قتادۃ ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف تصوم فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قولہ

حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور دریافت کیا یارسول اللہ! آپ کس طرح روزے رکھتے ہیں؟ اس کا مطلب یہ دریافت کرنا تھا کہ نفلی روزوں کے بارے میں حضور کا معمول کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال سے ناراض ہوئے۔

میاں صاحب نے فرمایا: ناراضی اور غصہ کی وجہ اس کے سوال کا طرز و طریقہ تھا۔ اس شخص کو سوال اپنے روزہ کے بارے میں کرنا چاہئے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھوں؟ نہ یہ کہ آپ کس طرح روزے رکھتے ہیں؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو بعض خصائص کے مالک تھے۔ آپ کے اندر جو روحانی طاقت تھی وہ امت کے اندر کب ہے؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت عبادت کی پیروی امت سے ہونی مشکل ہے۔

باب فی فضل القفل فی الغزو | عن عبد اللہ ابن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

قفلة كغزوة ۔

عبداللہ ابن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ (کسی خاص مصلحت دینیہ کے پیش نظر) غزوہ سے لوٹنا غزوہ کے مانند ہے ۔

میاں صاحب نے فرمایا یہ صحاح ستہ میں سب سے چھوٹی حدیث ہے ۔

باب فضل قتال الروم علی غیرھم من الامم | کے تحت یہ حدیث ہے ۔

جاءت امراۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لھا ام خلاد وھی متنقبۃ الخ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی جس کا نام ام خلا تھا درآں حالیکہ وہ نقاب پوش تھی ۔

میاں صاحب نے فرمایا اس حدیث سے پردہ کا ثبوت بہم پہنچتا ہے ۔ ابوداؤد میں پندرہ روایتیں پردہ کی ثابت کرنے والی ہیں ۔

باب فی الرمی یقول عقبۃ بن عامر الجہنیؓ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی المنبر یقول واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ الا ان القوۃ الرمی ۔ الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی !

حضرت عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا دراں حالیکہ آپ ممبر پر تشریف فرما تھے ۔ کہ آپ نے آیت اعدوا لھم ما استطعتم پڑھی پھر فرمایا ۔ اچھی طرح جان لو، قوت تیر اندازی ہے اسے تین مرتبہ فرمایا ۔

میاں صاحب نے حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا :-

اس سے معلوم ہوا کہ تیر اندازی بھی قوت میں سے ہے لیکن حصر نہیں ہے کہ تیر اندازی ہی قوت ہے فی زمانہ میں ہوائی جہاز، موٹریں (راکٹ ٹینک وغیرہ) آلات و اسلحہ جدیدہ بھی قوت میں سے ہوں گے ۔

باب فی ما یستحب من الوان الخیل | قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بکل کمیت، اغر محجل او اشقر اغر محجل او ادھم اغر محجل "

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا کہ "ادھم اغر محجل" سیاہ رنگ کا گھوڑا جو سفید پیشانی والا ہو اور اس کے پاؤں بھی سفید ہوں یہ آخری درجہ کا گھوڑا ہے ۔ جیسے کہ چالیس نمبر امتحان میں آجاتے ہیں (تو تیسرے نمبر پر پاس ہو جاتا ہے) کمیت یعنی سرخی مائل بہ سپیدی گھوڑا جو اغر اور محجل بھی ہو ۔ نیز اشقر یعنی سرخ گھوڑا جو اغر محجل ہو، اول و دوم نمبر کے گھوڑے ہیں ۔ میاں صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے گھوڑوں کی اچھائی از روئے تجربہ بیان فرمائی نہ کہ ان کے سعد و نحس کے اعتبار سے ۔

سید اصغر حسین

الحق

باب ما یومر بہ عن القیام علی الدواب والبہائم | مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعیر

قد لحق ظہرہ ببطنہ قال اتقوا اللہ فی ھذہ البہائم المعجمۃ ... الخ

راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گذرے وہ اتنا دبلا تھا کہ اس کی پیٹھ پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

اس سے آگے بھی دو روایتیں ہیں ان سے بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت علی البہائم ظاہر ہوتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک اونٹ کا واقعہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے جو ایک انصاری کا تھا وہاں ایک اونٹ دیکھا۔ جب اس (اونٹ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رویا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے پس حضورؐ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کی کنپٹی پر دست مبارک پھیرا۔ پس وہ خاموش ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا یہ کس کا اونٹ ہے؟ ایک انصاری جوان نے کہا یا رسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ سے اس چوپائے کے بارے میں نہیں ڈرتے ہو؟ جس کا اللہ نے تم کو مالک بنایا ہے''۔

میاں صاحب نے فرمایا:

یہ اونٹ ہم سے تو اچھا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کنپٹی پہ اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔

باب فی التحریش بین البہائم | نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البہائم

میاں صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے جملہ طیور و بہائم کی لڑائی کرانے کی نہی ثابت ہوتی ہے۔

پھر فرمایا مینڈھے بھی تو لڑائے جاتے ہیں تم کو کہاں معلوم ہوگا؟ مطالعہ میں، تعلیم میں مصروف رہتے ہو۔

پھر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے تمہیں ایسی باتیں معلوم نہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ کے متعلق فرمایا ہم جیسوں کے لئے بڑی مفید شرح ہے۔ اس میں حدیث سے مسائل بھی نکالے جاتے ہیں۔ کشتی کے متعلق لکھا ہے اگر ستر عورت کا خیال رکھ کر لڑی جائے تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔

باب فی کراھۃ تمنی لقاء العدو | حدیث باب میں آں حضرتؐ کا قول درج ہے۔

یا ایھا الناس لا تتمنوا لقاء العدو وسلوا اللہ العافیۃ الخ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو تم دشمن سے مڈبھیڑ کرنے کی تمنا نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو

میاں صاحب نے فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خواہ مخواہ مصائب کی دعائیں مانگنا کہ مجھے بخار آجائے یا میرا دشمن سے مقابلہ ہوجائے، اچھا نہیں اگر دشمن وغیرہ سامنے آجائیں تو صبر و ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے۔ آخر میں میاں صاحب نے فرمایا

دیکھو کتنی اچھی تعلیم ہے۔ چونکہ ایسی تمنا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمنا کرنے والے کو اپنے اوپر اعتماد ہے اور شریعت یہ
نہیں چاہتی کہ انسان اپنی طاقت پر اعتماد کرے۔ خداوند کریم پر ہی اعتماد کرنا چاہئے۔

ابو داؤد صہ ۳۵۴ کی حدیث اسامہ حتی وددت انی لم اسلم یومئذ کے بارے میں میاں صاحب نے فرمایا
یہ اسامہ بن زید کا قول ہے اس میں تمنا کفر نہیں ہے۔ کیونکہ تمنائے کفر بھی کفر ہے۔ بلکہ حضرت بن زیدؓ پر ایک
حال طاری ہوا اور یہ بات خیال میں آئی کہ اسلام ماقبل کی برائیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں آج اسلام
لاتا اور ماقبل کے تمام گناہ نہ رہتے۔

ابو داؤد صہ ۳۵۵ فلما خرج قمنا الیہ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو ہم کھڑے ہو گئے۔
میاں صاحب نے فرمایا
محفل میلاد میں قیام کرنے کی ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے۔ یہ ان کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں
کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اٹھتے تھے یا بغیر دیکھے؟ ظاہر ہے دیکھ کر اٹھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ مجوزین قیام
کا یہ دلیل پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ ہاں اگر آج بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو دیکھ لیا جائے تو کھڑا ہونا
سر آنکھوں پر، تو ایسی حالت میں کون منع کرتا ہے؟

باب فی التفریق بین السبی | قُتل بالجماجم۔ ابو داؤد میمون کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ جنگ
جماجم میں شہید ہوئے (جماجم کوفہ کے پاس ایک موضع ہے۔
ایک طالب علم نے جو طالقانی تھے دریافت کیا کہ " بالجماجم " کے کیا معنی ہیں؟ اس پر میاں صاحب نے فرمایا
کہ بالجماجم کے معنی بتاؤں یا جماجم کے؟ مطبع نولکشور میں ایک شخص بیضاوی لینے گیا۔ مطبع والوں نے ملازم سے کتاب
لانے کے لئے کہا کہ بیضاوی لاؤ۔ اس نے ناواقفیت کی بنا پر کہا۔" بالبیضاوی لاؤں یا بیضاوی۔ یہ اس لئے پوچھا
کہ المسمی بالبیضاوی لکھا ہوا ہوتا ہے۔

باب فی السریہ ترد علی اھل العسکر | اس باب کی روایت کا ترجمہ کرا کے میاں صاحب نے فرمایا کہ
اسے اچھی طرح یاد کر لینا ورنہ آپ کا شاگرد پڑھاتے وقت پریشان کرے گا۔
کتاب الجہاد کے بعد کتاب الضحایا شروع کرنے پر میاں صاحب نے فرمایا جہاد و ضحایا میں مناسبت یہ
ہے کہ جہاد میں انسان اپنے آپ کو ذبح کرتا ہے اور ضحایا میں اس سے کم درجہ کی قربانی یعنی جانور کی قربانی کرتا ہے۔
باب فی التجسس | عن معاویۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انک ان
اتبعت عورات الناس افسدتھم او کدت ان تفسدھم الخ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کے عیوب کا تجسس کرو گے تو ان کو برباد کر دو گے (ہرگز ایسا نہ کرنا)

میاں صاحب نے فرمایا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو حکومت عطا ہوئی۔ تو یہ حدیث ان کے کام آگئی۔ وہ لوگوں کے پیچھے تلاش عیوب میں نہیں پھرا کرتے تھے۔

باب فی النھی عن سب الموتی | عن عائشۃؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات صاحبکم [illegible]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی ساتھی انتقال کر جائے تو تم اس کے لئے دعائے خیر کرو۔ اس کی غیبت اور برائی نہ کرو۔

میاں صاحب نے فرمایا۔ اب تو بےچارہ مر گیا۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسا تھا جس نے بدعتیں پھیلائی تھیں اس کا اعلان کرنا جائز ہے۔

باب فی الرجل ویقول لابن غیرہ یا بنیّ | کسی دوسرے کے لڑکے کو یا بنیّ (اے میرے بیٹے کہنا)

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا بنیّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ان سے فرمایا۔ اے میرے پیارے بیٹے۔

میاں صاحب نے فرمایا۔ یہاں تو ایک نمونہ دکھایا ہے۔ بخاری شریف میں (بڑے کو) چچا وغیرہ (مجازی طور پر) کہنا ثابت کیا گیا ہے۔

باب فی الرجل یقول فی خطبتہ۔ اما بعد | خطبہ میں کسی شخص کا اما بعد کہنا۔

عن زید ابن ارقمؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبھم فقال اما بعد:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں اما بعد فرمایا۔

میاں صاحب نے فرمایا یہاں تو خطبہ میں اما بعد کہنے کا ایک نمونہ ہے بخاری میں گیارہ نمونے ہیں۔

باب فی صلواۃ العتمۃ | عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینسب احدًا الا الی الدین۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نہیں سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کی نسبت سوائے دین کے کسی اور چیز کی طرف کی ہو۔

میاں صاحب نے فرمایا۔" یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی صاحب چوہدری بھی ہیں اور مولوی بھی ہیں تو ان کو دین کی نسبت سے مولوی صاحب کہنا چاہئے اسی طرح سے اگر کوئی دنیاوی عہدہ رکھتا ہے اور حافظ بھی ہے تو اسے حافظ صاحب کہنا چاہئے۔

باب فی الرؤیا | قولہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا المؤمن جزء من ستۃ واربعین جزءًا من نبوۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

حدیث کی تشریح کرتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا:۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رویا رصالحہ والا نبی ہو جائے گا۔ بلکہ رویائے صالحہ کمالات نبوت میں سے ہے اس کی مثال میاں صاحب نے یہ فرمائی۔ کہ ایک شخص کسی فضول کام میں مشغول نہیں ہوتا تو اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کے اندر طالب علم کی سی ایک خصلت ہے۔ کیونکہ طالب علم کی خوبی یہی ہے۔ کہ سوائے تعلیم کے کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ اب اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شخص طالب علم ہو گیا۔ دراں حالیکہ وہ شخص ایک عام آدمی ہے۔ طالب علم نہیں ہے۔

باب فی القیام عن ابی سعید خدریؓ ان اھل قریظۃ لما نزلوا علی حکم سعد ارسل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء علی حمار اقمر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قوموا الی سیدکم الخ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی قریظہ جب حضرت سعد بن معاذ کو حکم بنانے پر راضی ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلوایا وہ حمار ابیض پر بیٹھ کر آئے (چونکہ وہ بیمار تھے اس لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ (اور ان کو بسہولت سواری سے اتار لو)

میاں صاحب نے فرمایا:

اول تو ہم ایسے قیام کے منکر نہیں اگر بڑا آدمی آ جائے تو کھڑے ہو سکتے ہیں مگر یہاں تو قیام تعظیمی کا امر نہیں بلکہ آپ کا منشا یہ تھا کہ اپنے سید کو (سواری سے) اتارنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

حدیث میں قوموا الی سیدکم ہے "قوموا السیدکم" نہیں ہے۔

---

۵ شعبان المعظم کو ۶ ۷ بجے پہنچ کر میاں صاحب نے مولوی ظہور احمد اعظم گڑھی سے فرمایا کہ آگے مولوی عبد الاحد پڑھیں گے۔ چنانچہ مولانا عبد الاحد ابن مولانا عبد السمیع صاحب دیوبندی نے آگے قرأت پڑھی۔ پھر شعبان کو جمعہ کے دن صفحہ ۰۰ سے آخر کتاب تک (۷۱۵ صفحہ) ابو داؤد کا درس ہوا۔ آخر کے تین باب کی میاں صاحب نے بنفس نفیس قرأت فرمائی اور بروز جمعہ ۹ بجے سنن ابو داؤد ختم ہوئی اور میاں صاحب نے دعا فرمائی +

قسط ۲

مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب
مدرس دارالعلوم حقانیہ

حقانیہ سے ازھر تک

حسب معمول مارچ ۱۹۸۶ء کے مہینے میں احقر کے روزمرہ کے سلسلہ درس قرآن میں سورہ یوسف کا ترجمہ وتفسیر شروع ہوئی۔ تو اس موقعہ پر استاذ محترم حضرت شیخ القرآن مرحوم کے افادات کے مطابق خلاصہ سورت پندرہ احوال یوسف علیہ السلام پر مشتمل کا اجمالی خاکہ مستحضر ہوا۔ جن میں سے پورے تیرہ احوال یعنی چاہ کنعان سے رہائی کے بعد تجارتی قافلہ سے لے کر آخری دم تک کے واقعات کا تعلق ارض مصر سے ہے۔ اگرچہ آج مصر میں یہ آثار وہاں ڈھونڈنے سے بھی کم ملتے ہیں۔ اور نہ ان واقعات کا تعین آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی سورہ یوسف کے مطالعہ کے دوران قرآن اور انبیاء سے نسبت کے پیش نظر مصر کا ایک تاریخی، تصوراتی اور [illegible] نقشہ ذہن میں ضرور آجاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے شاید کسی درس کے اختتام پر کہیں وطن یوسف (ارض مصر) دیکھنے کے لئے شوق دید سے معمور اور وفور ذوق سے بھرپور آہ نکلی ہو ع

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

کہ اچانک استاذ محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب رکن مجلس الشیوخ (سینیٹ) پاکستان کے توجہ دلانے پر وزارت مذہبی امور کی طرف سے یہ اطلاع آگئی

"حکومت پاکستان کی طرف سے "الازہر" میں سہ ماہی کورس (از یکم اپریل تا ۳۰ جون) کیلئے آپ کا عارضی انتخاب ہو چکا ہے آپ پاکستانی انٹرنیشنل پاسپورٹ، قومی شناختی کارڈ، صحت سرٹیفکیٹ اور پاسپورٹ سائز کی چند تصاویر تیار رکھیں۔ تاکہ وزارت ہذا کی طرف سے شارٹ نوٹس پر آپ ان دستاویزات کو پہنچا سکیں (نیز واضح ہو) کہ قاہرہ کے لئے روانگی کراچی سے ہوگی جس کی بنا پر آپ لوگوں کو کراچی تک جانا ذاتی خرچ پر ہوگا۔"

سفر کی تیاری

مطلوبہ کاغذات میں میرے پاسپورٹ کی مدت ختم ہو چکی تھی۔ اس لئے مجھے جدید پاسپورٹ

ارجنٹ بنوانا پڑا جسب اطلاع اس کی افتتاح چونکہ یکم اپریل سے تھی لیکن ۲۷ مارچ تک کسی قسم کی اطلاع نہ ہونے کے پیش نظر فطری طور پر ذہن میں کچھ شکوک اور شبہات پیدا ہونے لگے۔ کہ اچانک ۲۵ مارچ کو حسب وعدہ شارٹ نوٹس کے ذریعہ مطلوبہ کاغذات کے پہنچا دینے کی اطلاع بھی موصول ہو گئی۔

ٹکٹ کی ذمہ داری مصری حکومت کی تھی اس لئے کاغذات کی تکمیل کے بعد وزارت کی کوششوں اور مساعی جمیلہ سے سفارت جمہوریہ عربیہ مصر کے ذریعہ ٹکٹ بجائے کراچی کے اسلام آباد سے بنوا ئے گئے۔ ویزہ اور سیٹ کنفرم ہونے کے بعد ۳، اپریل کو دوبارہ ہمیں یہ اطلاع دے دی گئی کہ

"براہِ کرم ۱۰، اپریل ۱۹۸۶ء صبح ۱۱ بجے آپ وزارت ہذا میں بریفنگ اور قاہرہ کے لئے دستی سفری دستاویزات کے حصول کے لئے حاضر ہوں۔ اسی تاریخ کو رات سات بجکر پانچ منٹ پر آپ پی آئی اے کی پرواز کے ذریعے کراچی روانہ ہوں گے۔

دوسرے دن گیارہ بجکر پانچ منٹ آپ قاہرہ کے لئے بذریعہ EGYPT-AIR MS 871 کی پرواز سے روانہ ہوں گے۔"

حسب پروگرام ۱۰، اپریل کو جامعہ ازہر کے تربیتی کورس کے لئے احقر کی روانگی ہوئی۔ اسی روز جب احقر سفر مصر کے لئے اسلام آباد جا رہا تھا استاذی و استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث اور جناب مولانا سمیع الحق مدیر الحق اسی روز اپنے سینکڑوں عقیدت مندوں کے ہمراہ مانسہرہ کے علماء کنونشن میں شرکت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت شیخ الحدیث کی گاڑی ہمارے قریب سے گذری تو اسے احقر نے اپنے لئے نیک فال اور سعادت کا ذریعہ جانا۔ یہی وہ تاریخی دن ہے جب شریعت بل منوانے اور عملی نفاذ کی تحریک کے لئے سب سے پہلے مانسہرہ میں تین ہزار علماء نے قائد شریعت شیخ الحدیث مدظلہ کے دست حق پرست پر عملاً ہر قسم کی قربانی دینے کا عہد کیا اور بیعت کی۔

بہرحال ۱۰، اپریل کو تمام شرکاء اسلام آباد میں مرکزی وزارت مذہبی امور کے دفتر میں اکٹھے ہو گئے۔ وزارت موصوف نے مسلک اور صوبائی کوٹے کو مدنظر رکھ کر تمام سب سے انتخاب کیا تھا۔ اس لئے کسی کو بھی اپنے شریک سفر کا علم نہیں تھا۔ کہ وہ کون ہے؟ کس مسلک اور کونسے شہر سے تعلق رکھتا ہے؟

صرف چند ساتھیوں کے علاوہ اکثر ساتھی ہمسفر کی شناخت سے قاصر رہے۔ صوبہ سرحد سے تین افراد اس کورس میں شریک ہوئے۔ میرے سوا دوسرے دونوں علماء کرام کا تعلق پشاور شہر سے تھا جن میں ایک پشاور کے معروف اور ممتاز قاری فیاض الرحمن صاحب العلوی تھے۔ اور دوسرے ہمارے حقانی برادری کے ایک ہم مشرب مولانا یعقوب القاسمی صاحب رہے۔ ٹھیک گیارہ بجے جملہ شرکاء سفر کو وزارت مذہبی امور کے جائنٹ سیکرٹری

جناب راؤ افضل اختر صاحب کے دفتر میں بلایا گیا۔ راؤ افضل صاحب بڑے مزاج شناس شخصیت معلوم ہوئے اپنے دفتر میں مختلف مکاتب فکر کے ان علماء کو دیکھ کر جو ضرورت انہوں نے محسوس کی۔ یقیناً وہ موقعہ اور وقت سے مناسب تھی۔ اگرچہ یہ علماء کرام خود ان امور سے اچھی طرح واقف تھے لیکن راؤ صاحب نے وقت کی ضرورت جان کر علماء کرام کو بطور یاددہانی کے اتحاد و اتفاق کی فضا برقرار رکھنے کی تلقین کی۔ علاوہ ازیں کسی غیر ملک میں بطور مہمان ہونے کے جن رسوم و آداب کی خاص ضرورت ہوتی ہے۔ راؤ صاحب نے اس پر خوب روشنی ڈالی۔ بیس تیس منٹ تک تقریر کرنے کے بعد تمام شرکا نے راؤ صاحب کی تائید کی۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ تائید صرف سیاسی نعرے کے مترادف تھی۔ جو صرف محفل کی رونق تک رہی۔ سفر میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ بہت کم کیا گیا۔ مجھے سخت افسوس اس وقت ہوا کہ جب قاہرہ ایئرپورٹ پر نماز ظہر کے لئے ہم نے تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالرؤف صاحب کو آگے کیا ہم لوگوں نے ان کی اقتدار کی۔ تو ہمارے ایک سفید ریش رفیق سفر نے صف میں کھڑے ہو کر جماعت کے بجائے انفرادی نماز پڑھنے لگے۔ رفیق موصوف کے اس عمل کو مصری لوگ تعجب سے دیکھنے لگے۔

قرب و جوار میں مصری، یا غیر ملکی مسافروں نے حلیہ اور لباس، مذہب اور عقیدہ، ایک ہونے کے باوجود خدا جانے اس انتشار اور اختلافی کیفیت سے کیا نتائج اخذ کئے ہوں گے۔ بہرحال یہ مصیبت تمام سفر میں ساتھ رہی۔ کہ وفد کے تمام اراکین کی پاکستانی امام کے پیچھے اقتدار کرنے میں کبھی متفق نہ ہوئے۔ اگرچہ مصری امام کے حلیہ، عقیدہ، اور مذہب کے لحاظ سے الگ ہونے کے باوجود بھی اس کی اقتدا میں شریک دیکھے گئے۔ لیکن خود اپنے درمیان میں اس اتفاق کو شاید گروہی تعصب مذہبی جتھہ بندی کی نام نہاد غیرت نے گوارا نہیں کیا۔

بہرحال راؤ صاحب کے بیان کے بعد قافلہ کے امیر اور اس کے نائب کا انتخاب ہوا۔ غیر ملکی اسفار میں تجربہ خداداد قابلیت اور اہم منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا علی اصغر صاحب خطیب صوبہ پنجاب کو امیر منتخب کیا گیا۔ جب کہ فیصل آباد سے حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب کو نائب امیر مقرر کیا گیا۔

پاسپورٹ اور ٹکٹ کی وصولی کے بعد کرنسی کے لئے ہم نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کا چکر لگایا۔ لیکن دفتری وقت ختم ہونے کی وجہ سے ہم مذکورہ بنک سے کرنسی کے سلسلہ میں مایوس ہو گئے۔ تاہم "امریکن ایکسپریس" سے کرنسی کا مسئلہ حل ہوا۔ چنانچہ شام کی پرواز کے ذریعے ہم اسلام آباد سے کراچی پہنچے۔ کراچی پہنچنے پر چونکہ اجتماعی طور پر رہنے کا کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ اس لئے ہر ایک کو اپنے لئے خود ذاتی طور پر انتظام کرنا پڑا۔ پیشگی اطلاع کی وجہ سے میرا عم زاد بھتیجا برخوردار غفاری شمس الحق صاحب بمعہ چند دیگر اقرباء کے گاڑی لے کر ایئرپورٹ پر انتظار میں تھے۔ لہذا پہنچتے ہی انہیں گھر پہنچایا۔ رات آرام سے گذاری۔ صبح ۹ بجے دوبارہ کراچی

ایرپورٹ پر شہر کا وفد مصر جمع ہو گئے۔

اگرچہ جہاز کی روانگی کا ٹائم ۱۱ بجکر پانچ منٹ تھا لیکن انتظامی امور کی تیاری کی وجہ سے جہاز آدھ گھنٹہ تاخیر سے روانہ ہوا۔ راستہ میں دوبئی میں ایک گھنٹہ جہاز ٹھہرا۔ کچھ سواریاں دوبئی اتر گئیں جب کہ دیگر کچھ سواریاں مصر اور لندن کے لیے دوبئی سے اس جہاز میں بیٹھ گئیں۔ مصری ٹائم کے مطابق دن کے ساڑھے تین بجے (پاکستانی ٹائم کے مطابق ساڑھے چھ بجے) جہاز مصر کے ہوائی مستقر کے ارد گرد گھومنے لگا چند منٹ بعد مصر کی زمین پر اترنے کی خوشخبری عربی اور انگریزی میں سنائی گئی۔

مصر کے بارے میں | کرہ ارض پر سرزمین مصر کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار کیا گیا ہے۔ صرف یہ نہیں بلکہ مکہ معظمہ کی طرح مصر کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں اشارۃً نہیں بلکہ صراحۃً اسم علم سے کیا گیا۔ یہ مصر ہے جس کے فرماں روا کو قرآن مجید نے "عزیز" کا لقب دے کر "یا ایہا العزیز" سے اس کا تذکرہ کیا۔

ام اسمٰعیل حضرت ہاجرہ کے وطن ہونے کی وجہ سے ننھیال کا رشتہ بھی اس ملک میں قائم رہا۔ اور صرف یہ نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ کا تعلق بھی ارض مصر سے رہا۔

وجہ تسمیہ مصر | دن رات ممالک اور علاقوں کے اسماء میں تغیر اور تبدل روزمرہ معمول بن چکا ہے۔ یہاں تک کہ کچھ مدت کے بعد پرانے نام سے کسی جگہ یا کسی ملک کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے لیکن مصر اس سے محفوظ رہا کیونکہ مصر کی وجہ تسمیہ متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی نسبت آدم ثانی کے بیٹے حام بن نوح کے پوتے کی طرف ہے جس کا سلسلہ یوں ہے۔

مصر بن مصرایم بن حام بن نوح (معجم البلدان ج ۱ ص ۱۳۷)

مصر کی جغرافیائی حیثیت | یہ ملک براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے اس ملک کو ایک طرف افریقہ کے علاقے میں واقع ہونے کی حیثیت سے افریقی ملک ہونے کی حیثیت حاصل ہے لیکن دوسری طرف عرب سے لسانیت کے پائیدار اور مضبوط رشتہ میں منسلک ہے۔

جس کی بنا پر عربی ثقافت میں کافی دخل رکھتا ہے۔

۱۹۷۱ء کی رپورٹ کے مطابق مصر کا رقبہ تین لاکھ چھیاسی ہزار ایک سو اٹھانوے (۳۸۶۱۹۸) مربع میل ہے دو جانب سے اس کی سرحدیں لیبیا اور سوڈان سے ملتی ہیں سینا کے علاقے میں اردن اور فلسطین کی حدود سے ملنے کے علاوہ باقی حصہ بحر احمر اور بحر ابیض نے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

مصر تاریخ اسلام میں | حضرت عمرو بن العاص کا تعلق زمانہ جاہلیت سے مصر سے قائم تھا۔ آپ کا عطر اور

چمڑے کی تجارت کے سلسلہ میں مصر آنا جانا رہتا۔ آپ مصر کے طرز حیات، ادب و ثقافت اور زمین کی خصوصیات کے واقف تھے۔ آپ جانتے تھے کہ مصر پر ہم کیسے قبضہ کر سکتے ہیں؟ وسیع تجربہ کی بنا پر آپ کو معلوم تھا کہ مصر کی فتح سے مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا؟ اسی جذبہ کے پیش نظر آپ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے درج ذیل الفاظ سے مصر پر حملہ کرنے کے لئے اجازت مانگتے ہیں۔

یا امیر المؤمنین ائذن لی فی المسیر الی مصر فانک ان

فتحها کانت قوۃ للمسلمین وعونا لهم وهی اکثر الارضین اموالاً

(معجم البلدان ج ۴ ص ۲۶۲)

اے امیر المومنین آپ مجھے مصر جانے (یعنی حملہ کرنے) کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ زمین نصیب کی تو مسلمانوں کے لئے ایک قوت اور ایک طاقت رہے گی۔ اور یہ کرہ ارض پر مالدار قطعہ ہے۔

حضرت عمرو بن العاص کی ولولہ انگیز اور انقلابی تقریر کے باوجود خلیفہ وقت خاموش رہے حملہ کی اجازت دینے پر آمادہ نہ ہوئے لیکن مشیت ایزدی سے حضرت عمرو بن العاص کی قسمت میں "فاتح مصر" کا ہونا مکتوب تھا۔ اسی لئے آپ اس دلی تمنا اور آرزو کی تکمیل کے بغیر کیسے رہ سکتے چنانچہ بار بار آپ اس خواہش کا اظہار کرتے رہے آخر کار منوا کر اجازت لینے میں کامیاب ہوگئے۔

روایات کے مطابق امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب نے چار ہزار اور بعض روایات کے مطابق ساڑھے تین ہزار سرفروشان اسلام کے ایک جرار لشکر کے ساتھ حضرت عمرو بن العاص کو مصر کی مہم کے لئے روانہ کیا۔ ابتدائی مراحل سے کامیابی سے گزرنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین سے مزید امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے دوسری دفعہ بارہ ہزار مجاہدین کا ایک تازہ دم لشکر امداد کے لئے روانہ فرمایا۔ گویا مصر کی اس مہم میں ساڑھے پندرہ یا سولہ ہزار مجاہدین شریک ہوئے۔

فتح مصر صحابہ کرام اور تابعین کی محنتوں اور کاوشوں کی ایک یادگار ہے۔ اس مہم میں شریک ہونے والے اکابر صحابہ میں چار کے نام ذکر کئے جاتے ہیں جن میں زبیر بن العوامؓ، مقداد بن الاسودؓ، عبادہ بن صامتؓ، مسلمہ بن مخلدؓ یا خارجہ بن حذافہؓ شامل ہیں۔

مسلمانوں کا یہ عظیم لشکر جب رومیوں کے مقابلہ میں نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوا کود پڑا تو ان کا ہر اقدام اہل صلیب کے لئے موت ثابت ہوئی۔

وہ زمین جو کبھی دعوت یوسفؑ و موسیٰؑ سے آباد تھی پھر کچھ مدت کے لئے تثلیث اور کفارہ جیسے لا یعنی

عقائد کے لئے آماجگاہ بنی۔ وہ زمین جس پر انسان کی پیدائش کے متعلق معصومیت کا تصور قائم تھا۔ وہی زمین عیسائیت کی وجہ سے انسان کے پیدائشی عاصی کے نظریہ سے خراب ہوئی۔ صحابہ کرام کے فاتحانہ انداز میں داخل ہونے کی وجہ سے اس ارض مصر کو وہ کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ مل گئی۔ تاریخی روایات سے ثابت ہے۔ کہ مصر کی فتح ٢٠ھ محرم الحرام کے یکم جمعہ کے مبارک دن ہوئی۔ گویا بیسویں ہجری سے مصر کی اسلامی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اور پھر مصر کی تاریخ میں انمٹ نشانات بنا کر سنہری واقعات پر حاوی ہوتا ہے۔ الفسطاط کی بنیاد صحابہ کرامؓ کی مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی۔ جس کی نشاندہی جامع عمرو بن العاص سے ہوتی ہے۔

ایئرپورٹ کے مراحل قاہرہ ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد ایک دروازہ پر "للاجانب" "غیر ملکیوں" کے جملہ ایک جہاز کے مسافروں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ گیٹ سے گزر کر زیر زمین احاطہ میں جانا ہوا۔ مصری کارندے بڑی چستی سے محو عمل تھے۔ ہمارے اس وفد پر نظر ڈالتے ہوئے ارد گرد کے ڈیوٹی پر مقرر حضرات انگشت بدندان رہ گئے۔ اور گھور گھور کر ہمیں دیکھنے لگے۔

یہ حیرانگی کسی رنگ ولباس کی وجہ سے غالباً نہ تھی اور نہ لسانیت کی امتیاز نے ان کو حیران کیا بلکہ جس چیز نے ان کو ورطۂ حیرت میں ڈالا تھا وہ جملہ اراکین کا باریش ہونا تھا۔ کیونکہ بحمد اللہ ہمارے اس وفد میں کوئی قاطع اللحیہ اور نہ کوئی حالق تھا جب کہ خود مصریوں میں صاحب لحیہ حضرات کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔

کسی غیر ملکی ایئرپورٹ سے نکلنا مسافر کے لئے ایک مشکل ترین مسئلہ ہوتا ہے۔ ایک شخص جو کسی ملک کے دستور اور رسم ورواج سے واقف نہ ہو وہ کیسے یہ زعم کر سکتا ہے کہ میں آسانی سے یہ مراحل طے کروں گا۔ لیکن مطار پر سفارت کے نمائندے کی موجودگی کی وجہ سے ہمارے یہ تمام مراحل الحمد للہ بہت آسانی سے طے ہوئے نماز پڑھنے کے بعد چند منٹ انتظار کرکے جب ہمیں پاسپورٹ ضروری کارروائی کے بعد واپس ہوئے تو ایئر پورٹ سے نکلتے ہی سفارت خانے کا تھرڈ سیکرٹری جناب طارق اقبال بھٹ اور جامعہ ازہر کی طرف سے شیخ الازہر کے دفتر کا ایک افسر استاد عبدالمنعم صاحب استقبال کے لئے موجود تھے۔ علیک سلیک کے بعد جامعہ ازہر کی بس میں شرکاء وفد بیٹھ کر قاہرہ کی وسیع اور کشادہ سڑکوں سے گذرنے لگے۔

قاہرہ کا اجمالی تعارف قاہرہ ملک مصر کا پایۂ تخت ہے۔ عام استعمال میں "قاہرہ" اور انگریزی میں "CAIRO"، کاہرو کے تلفظ سے مشہور ہے۔ خود مصریوں کے ہاں دارالخلافہ کا تعارف قاہرہ سے نہیں بلکہ مصر سے ہے۔ یعنی مصری مصر بول کر قاہرہ کا یہ خوبصورت شہر مراد لیتے ہیں۔

قاہرہ کی بنیاد فاطمین کے دور میں "خلیفۃ المعز" کے نامور سپہ سالار "جوہر" کی ہاتھوں سے رکھی گئی کہا جاتا ہے کہ ١١ شعبان ٣٥٨ھ مطابق یکم جولائی ٩٦٩ء کو فاطمین کا یہ جوہر نامی سپہ سالار معمولی مزاحمت

سے الفسطاط میں داخل ہوا۔ ایک ہفتہ کی قلیل مدت میں یعنی ۸ رشعبان بمطابق ۹ جولائی کے جوہر نے تمام فوج کو جمع
کرکے ایک نئے شہر کی آبادی کا حکم دے دیا۔ شہر کے افتتاح میں وقت اور مقام کے تعین کے لئے کافی احتیاط
سے کام لیا گیا۔ نجومیوں سے خصوصی معلومات لے کر ایک خاص رقبے پر اس شہر کو بسایا گیا
اہمیت کی یہ حالت تھی کہ اس وقت خلیفہ بنفس نفیس کچھ ضروری مشوروں کے لئے حاضر ہوا جس کی بنا پر
اس شہر کا نام بھی " القاہرۃ الحضریہ رکھا گیا۔ ممکن ہے کہ خلیفہ کے زیادہ دلچسپی کی وجہ سے یہ نسبت خلیفہ وقت کی
طرف کی گئی ہو۔ اگرچہ ابتدا میں یہ شہر فسطاط سے کافی دور آباد کیا گیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ شہر ترقی کرکے وسعت
کی وجہ سے فسطاط تک بڑھ گیا۔

قاہرہ خود قدیم اور جدید تاریخی واقعات کا حامل ہے قاہرہ کی گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں آپ کو مسلمانوں کی
رفتہ عظمت حمیت اور بہادری کے آثار ملیں گے قدیم طرز تعمیر کے علاوہ جدید دور کی فلک بوس عمارتیں وسیع اور کشادہ شوارع
تفریحی مقامات اور باغیچوں سے آپ کو قاہرہ معمور نظر آئے گا۔ جوہر کے وقت میں اس شہر کے ارد گرد خشتی فصیل تھی لیکن
لیکن صلاح الدین ایوبی کے دور میں اس خشتی فصیل کو گرا کر شہر کو وسعت دینے کے بعد دوبارہ تعمیر کی شہری پناہ گاہ
تعمیر کی گئی۔ " قلعہ محمد علی " سے چند قدم آگے جیزہ اور روضہ کی جانب جاتے ہوئے اس تعمیر کی فصیل کے آثار اور
نشانات مل جاتے ہیں۔ اگرچہ امتداد زمانہ اور معتد بہ حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے اس فصیل کی حالت ناگفتہ بہ
ہے۔ لیکن پھر بھی پرانی یادوں کا ایک نمونہ ہے۔ موجودہ وقت میں آثار قدیمہ کی حفاظت کرنے والوں کی توجہات
سے بعض مقامات پر مرمت کرنے والے بھی دیکھے گئے۔ قاہرہ نے نشیب و فراز کے دور سے گزر کر باری باری
ہر ایک نے اپنے ہاں پناہ دے دی۔ یہاں تک کہ نپولین کو بھی کچھ وقت کے لئے یہاں مزے اڑانے پڑے۔
قاہرہ کو کسی بھی دور بھی نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ دن بدن شہری خوبصورتی اور طرز تعمیر میں اضافہ ہو رہا
ہے آج کل تو دنیا عرب کے لئے اہم ترین علمی دینی اور سیاسی پناہ گاہ ہے۔
آج سے ۸ سال قبل یعنی ۱۹۷۰ء کی ایک رپورٹ کے مطابق قاہرہ میں آثار قدیمہ، اسلامی فنون
اور تاریخ کے بائیس عجائب گھر (متحف) رہے۔ دس ہزار کے لگ بھگ چھوٹے بڑے کارخانوں میں ملکی ضروریات
کو پورا کرنے کے لئے ۲۴۰ قسم کی مصنوعات تیار ہوتی ہیں۔
علمی مرکز ہونے کی یہ حالت ہے کہ بڑی بڑی تین یونیورسٹیاں یعنی جامعۃ القاہرہ، جامعہ عین الشمس
اور جامعہ ازہر علمی خدمات میں مصروف ہیں ؛

(جاری ہے)

نوٹس برائے نیلامی

ایجنسی ایڈمنسٹریٹر افغان مہاجرین ساؤتھ وزیرستان ایجنسی وانا میں بتاریخ ۱۶ رنومبر مندرجہ ذیل اشیاء کی نیلامی ہوگی

-۱	-۱	خالی بوری بڑی سائز گندم	۴،۱۰۴ ار ۵۱	عدد
	-۲	خالی بوری چھوٹی سائز چینی والی	۹۱۴	"
	-۳	خالی ڈرم سادہ بڑا سائز	۹	"
	-۴	خالی ڈرم بڑا سائز (کینیڈین)	۱۹	"
	-۵	خالی ڈرم چھوٹی سائز	۹۱۰	"

-۲ ٹینڈر دینے والے حضرات اپنے ریٹ بند لفافے میں بذریعہ رجسٹری دفتر ہذا کو روانہ کرے گا۔

-۳ نیلامی کے ٹینڈر صبح دس بجے تک مورخہ ۱۵ رنومبر کو پہنچ جانے چاہئیں (دفتر A P A وانہ کے پتہ پر)

-۴ لفافہ کے اوپر صاف الفاظ میں لکھنا ہوگا۔ "ٹینڈر برائے نیلامی"

-۵ ٹینڈر مورخہ ۱۶ رنومبر کو بوقت ۱۱ بجے کھولے جائیں گے۔ اور سب سے زیادہ بولی دینے والے کی ٹینڈر منظور کئے جائیں گے۔

-۶ کامیاب ٹینڈر دینے والے کو کل قیمت کا چوتھائی حصہ موقعہ پر ادا کرنا ہوگا۔ اور سامان نیلامی کمشنر صاحب افغان مہاجرین پشاور کی منظوری ملنے پر دیا جائے گا۔

-۷ منظوری ملنے پر بقایا تین چوتھائی رقم ادا کر کے سامان ایک ہفتہ کے اندر اندر اٹھایا جائے گا۔ بصورت دیگر ایک چوتھائی رقم بحق سرکار ضبط کی جائے گی۔ اور اس کے کسی بھی عذر یا قانونی جواز قابل قبول نہ ہوگا۔

-۸ مبلغ /۵۰۰۰ روپیہ بطور ضمانت ٹینڈر کے ہمراہ داخل کرنا ہوگا۔

نوٹ :۔ اگر کوئی صاحب سامان نیلامی دیکھنا چاہیں یا دیگر معلومات حاصل کرنا چاہیں تو مورخہ ۱۴ ر ۱۵ ر نومبر سے قبل "ہیڈ آفس افغان مہاجرین وانا" سے رابطہ قائم کریں۔ ٹینڈر ذیل پتہ پر بھیجیں۔

جناب اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب ساؤتھ وزیرستان ایجنسی وانہ۔

بحکم ایجنسی ایڈمنسٹریٹر صاحب افغان مہاجرین

ساؤتھ وزیرستان ایجنسی وانہ

PID(P) 1037/85 10/16

قسط ۲ — جناب کریم الدین صاحب ۔ جدہ

قرآن حکیم، بائبل اور جدید سائنس

۹۔ صفحہ ۱۰۔ ایک عام اور اوسط درجہ کے سائنسدان کے لئے جس نے ان مضامین پر کوئی خصوصی ریسرچ نہیں کی یا تخصیص حاصل نہیں کی، جن کی تفصیل قرآن میں دی گئی ہے۔ قرآن کی ان متعلقہ آیات کا مفہوم سمجھنا بہت مشکل ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسی تمام آیات قرآنی کو سمجھنے کے لئے آج بھی ضروری ہے کہ ایک شخص کے پاس علم کا مکمل انسائیکلوپیڈیا ہو جس کے ذریعہ وہ علم کی ہر شاخ پر حاوی تو ہو سکتا ہے۔ تبھی تو ہم کہتے ہیں کہ ایسی آیات کی معمولی عام تفسیریں ہی کافی ہیں جن سے وہ مقصد پورا ہو جائے جس کے لئے وہ نازل فرمائی گئی ہیں۔ اگر سائنسی تفسیریں مقصود ہوتیں تو ہرگز ایسی آیات کا نزول عرب کے اُمی لوگوں پر نہ فرمایا جاتا۔ یقیناً کسی سے ایسی بات کہنا جس کا مطلب ترائد از ہزار سال بعد سمجھ میں آنے والا ہو۔ ایک فعل عبث بلکہ نادانی ہے۔ سبحان اللّٰہ عما یصفون (اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے جو لوگ اس کی نسبت کہتے ہیں۔

۱۰۔ صفحہ ۱۱۔ قرآن مجید میں بعض ایسے بیانات کی مثالیں بھی ملتی ہیں جنہیں جدید سائنس ابھی تک ثابت نہیں کر سکی تاہم اب تک اس سلسلہ میں جو شواہد دستیاب ہوئے ہیں وہ سائنسدانوں کو ان کی امکانی صداقت باور کرانے کے لئے کافی ہیں۔ اس کی ایک مثال قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے کہ زندگی کا آغاز پانی سے ہوا۔ دوسری مثال قرآن مجید میں موجود بیان ہے کہ کائنات میں اور کہیں ہماری طرح کی زمینیں یا دنیا میں بھی موجود ہیں۔ احقر کے مطالعہ قرآن کی حد تک کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کا یہ مطلب ہو کہ زندگی کا آغاز پانی سے ہوا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب (بائبل، قرآن اور سائنس) میں تین حوالے دئے ہیں۔ آیت ۳۰۔ سورہ انبیاء۔ آیت ۵۳ سورہ طٰہٰ اور آیت ۴۵ سورہ نور۔ ہر ایک کا تفسیری ترجمہ حسب ذیل ہے۔

آیت ۳۰۔ سورہ انبیاء "اور ہم نے پانی سے (نباتات ہی کو نہیں بلکہ) ہر جاندار کو بنایا ہے۔ (خواہ حدوثاً خواہ بقاءً، خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ۔ جیسا کہ دوسری میں ہے۔ "وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ

الارض بعد موتہا وبث فیہا من کل دآبۃ۔

آیت ۵۳ سورہ طٰہٰ "اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے۔"

آیت ۴۵ سورۂ نور۔ "اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری ایک طرح کے) پانی سے پیدا کیا۔

ان تینوں آیتوں میں سے کوئی بھی اس نظریہ کی تصدیق نہیں کرتی کہ "زندگی کا آغاز پانی سے ہوا۔ خصوصاً جبکہ سائنس کا نظریہ یہ بھی ہے کہ جو حیات پہلی بار پانی میں پیدا ہوئی تھی وہی دائماً ہر جاندار چیز میں جاری وساری ہے یوں کھینچ تان کر مطابقت پیدا کرنا دوسری بات ہے۔

رہی دوسری مثال تو قرآن میں صرف ایک جگہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی (سات) پیدا کرنا آیا ہے۔ جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بالکل ہماری دنیا کی طرح آباد ہیں۔ البتہ رب العلمین سے ان کے "دنیا میں" ہونے کی طرف اشارہ ضرور ملتا ہے۔ اگر "عالم" کے معنی ہماری دنیا جیسی دنیا لیا جائے جو کہ مفسرین نے نہیں لیا اور سائنس سے بھی ابھی تک اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ بہرحال ہمیں اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ وہ دنیا میں کہاں ہیں اور کیسی ہیں جتنا قرآن نے بتا دیا اسی پر ایمان لانا کافی ہے۔

۱۱۔ صفحہ ۱۴ کا پہلا پیراگراف۔ "سائنسی بحث اپنی جگہ ... جو بائبل میں نہیں ملتا۔" تکوینی آیاتِ قرآنیہ کے متعلق ایک مسلم کے صحیح طرزِ عمل کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ جس کے لئے ڈاکٹر صاحب شکریہ کے بجا طور پر مستحق ہیں۔

۱۲۔ صفحہ ۱۵۔ "ہم قرآن کے ایسے بیانات کا جائزہ لیں گے جو آج محض سائنس کی صداقتوں کو ظاہر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جب کہ پچھلے زمانہ میں ان سے جو مطلب اخذ کیا جاتا تھا وہ یا تو عام قسم کا ہوتا تھا یا پھر سرے سے ان بیانات کو ناقابلِ فہم خیال کیا جاتا تھا۔"

قرآن کا کوئی بیان بجز متشابہات کے ایسا نہیں ہے جو واضح المراد نہ ہو۔ اسی لئے جگہ جگہ قرآن کو "کتاب واضح" کہا گیا ہے۔ پس جو مطلب کسی بیان کا پچھلے زمانہ میں اخذ کیا جاتا تھا (جسے آپ عام قسم کا کہتے ہیں) وہی کافی ہے البتہ اس کی تفصیلات ناقابلِ فہم ہو سکتی ہیں۔ مگر ان کے درپے ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "سورج اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے" اس بات پر ایمان لانے میں کیا پریشانی ہے؟ لیکن اگر آپ یہ جاننے کے درپے ہوں کہ کس چال سے چل رہا ہے، کیسے راستے پر چل رہا ہے، اس کا مستقر کہاں ہے وغیرہ وغیرہ، تو یہ پریشانی آپ خود پیدا کر رہے ہیں اور غلطی سے ان تفصیلات کو آیت کی صحیح تفسیر سمجھ کر بلاوجہ اسلاف کی معاذ اللہ تجہیل بھی کر رہے ہیں

۱۳۔ صفحہ ۱۵۔ "یہ مبہم آیات جو قرآن میں جگہ جگہ پائی جاتی ہیں" کسی کتاب میں مبہم عبارتوں کا ہونا اس کا نقص سمجھا جاتا ہے۔ اور قرآن میں ہر قسم کے نقص کی نفی سورہ کہف کی آیت ۱، ۲ سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ تفسیری یہ ہے۔

" تمام خوبیاں اُس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں (کسی قسم کی) ذرا بھی کجی نہیں رکھی ۔ (نہ لفظی مثل رکاکت و ابتذال یا اختلالِ فصاحت ، اور نہ معنوی مثل اختلافِ مضامین ، مخالفت حکمت وغیرہ بلکہ اس کو) بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا "

پس قرآن کی بعض آیتوں کو مبہم کہنا غلطی اور جسارت ہے البتہ بعض آیتیں بعض کی مفسر ضرور ہیں تاہم کوئی آیت مبہم نہیں ہے ۔ نیز بعض کے مفاہیم کی تعین میں مفسرین میں اختلاف بھی ہے لیکن اسے ابہام میں کوئی تعلق نہیں ۔

۱۴ ۔ صفحہ ۱۸ " جدید مفسرین کے نزدیک (ستۃ ایام میں) ایام سے مراد طویل ادوار یا زمانے ہیں نہ کہ محض چوبیس گھنٹوں پر مشتمل عام دن " یہ جدید مفسرین کا قیاس اور ایک غیر ضروری جدت ہے ۔ بھلا جو خدا " کُن " کہہ کر ہی کسی چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہو وہ چھ دن کی مقدار وقت یعنی ۱۴۴ گھنٹے میں زمین و آسمان وغیرہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا ۔ آیت ۹ سورہ حٰم سجدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

" آپ فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو (باوجود اس کی اتنی بڑی وسعت کے) دو روز (کی مقدار وقت) میں پیدا کر دیا " اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ ایام سے مراد معمولی چوبیس گھنٹے کے دن ہی ہیں نہ کہ طویل المدت ادوار ، کیونکہ اول الذکر میں اظہارِ عظمت قدرت زیادہ ہے ۔

۱۵ ۔ ص ۱۹ ۔ آیت ۳۰ ۔ سورہ انبیا کی جو تفسیر ڈاکٹر صاحب نے دی ہے اور آج کل کے تجدد پسند مفسرین (مثلاً مولانا مودودی) نے بھی اختیار کی ہے ۔ یعنی

" کیا ان کافروں کو یہ علم نہیں کہ آسمان اور زمین (پہلے) ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے دونوں کو علیحدہ کر دیا " نامناسب اور غیر منطقیانہ ہے ۔ نامناسب تو یوں کہ جو چیز زاید از ہزار سال بعد اہلِ سائنس کو معلوم ہوئی (کہ ساری کائنات کا مادہ ایک ہی ہے یعنی سحابیہ) اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ کیا یہ کافر لوگ نہیں دیکھتے یا نہیں جانتے ، معاذ اللہ بالکل بے جا ہے ۔ کافر تو درکنار مسلمان بھی نہ صرف اس وقت کے بلکہ آج چودہ سو سال بعد تک کے بھی اس بات کو ایسا یقین کے ساتھ نہیں جانتے جس کو دیکھنا کہہ سکیں اور غیر منطقیانہ یوں ہے کہ جب آسمان اور زمین بنے ہی نہ تھے اس وقت یہ کہنا کہ دونوں ملے ہوئے تھے صحیح نہیں ۔ یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ کرتے اور پاجامے پہلے ملے ہوئے تھے (روئی کی شکل میں) پھر علیحدہ کئے گئے یا کہے کہ خون اور پاخانہ پہلے

لہ سورہ ق آیت ۳۸ میں فی ستۃ ایام کے بعد وما مسنا من لغوب بھی آیا ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ چھ دن کی مقدار وقت میں ہی پیدا کیا نہ کہ چھ ادوار میں جو کہ سائنسدانوں کے نزدیک کروڑوں سال پہ پھیلے ہوئے ہیں کیونکہ کسی کام کو مدت طویلہ میں انجام دینے میں تکان کا احتمال عادۃً نہیں ہوتا ۔

ملے ہوئے تھے۔ (روٹی کی شکل میں) پھر علیحدہ علیحدہ کئے گئے۔ ظاہر ہے کہ اظہار مدعیٰ کا یہ طریقہ بلکہ غیر منطقی بلکہ بیہودہ ہے تو کیا ڈاکٹر صاحب اور دوسرے اس قسم کے مفسرین اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ ایسی بے ہودگی کی امید کرتے ہیں ؛ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْن۔

دراصل اس قسم کے مفسرین نے رَتْقٌ اور فَتْقٌ کے مناسب معنیٰ اختیار کرنے میں ٹھوکر کھائی۔ رَتْقٌ کے معنی ملانا اور جوڑنا بھی ہیں اور بند کرنا بھی۔ اسی طرح فَتْقٌ کے معنی علیحدہ کرنا بھی ہیں اور کھول دینا بھی۔ یہاں دوسرے معانی اختیار کرنا ہی مناسب ہے اور آیت کی صحیح تفسیر جو قرآن کے مخاطبین اولین کے لئے بھی قابل فہم تھی اور آج ہمارے لئے بھی، یہ ہے۔

> "کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین (پہلے) بند تھے (یعنی نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی اور نہ زمین سے کچھ نباتات اگتی تھی۔ اسی کو بند ہونا فرما دیا چنانچہ ایسا وقت اب بھی کبھی کبھی کہیں آجاتا ہے اور بعض خطے تو ایسے بھی زمین پر ہوں گے۔ جہاں نہ کبھی بارش ہوتی ہو نہ نباتات اگتی ہو۔ پھر ہم نے دونوں کو کھول دیا کہ آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین سے نباتات اُگنے لگی پس فتق یعنی کھلنا تو توامر شاہد ہے اور رتق یعنی بند ہونا جو فی الحال ہوتا ہے۔ وہ بھی مشاہد ہے، اور جو ابتدائی تھا وہ دلیل عقلی سے اس وقت بھی خصوصاً اہل عرب کی، کہ ریگستان ہے، سمجھ میں آسکتا تھا اور ہمارے زمانہ میں تو علوم جدیدہ اس کی مکمل تائید کرتے ہیں کہ کرہ زمین بننے کے بعد بارش ہونے اور نباتات اُگنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اور اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ (یعنی کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے ؟) میں دیکھنا، مشاہدہ اور استدلال عقلی اور نقلی سب کو شامل ہے یعنی معلوم کر لینے کو خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے ہو (بیان القرآن۔ خط کشیدہ جملہ کا اضافہ احقر نے کیا ہے۔

حضرت مولانا تھانویؒ نے ذیلی فوائد میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ رتق اور فتق کی یہی تفسیر درّ منثور میں حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے اور یہی ایسی ہے جو اس زمانہ کے لوگوں کی سمجھ میں آسکتی تھی۔

۱۶۔ صفحہ ۱۹۔ (زمین و آسمان کی اس)" علیحدگی کے عمل کے نتیجہ میں کئی دنیائیں وجود میں آئیں۔ اس سلسلہ میں درجنوں حوالے قرآن میں دستیاب ہیں بلکہ قرآن پاک کی سب سے پہلی آیت بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے جو جہانوں کا رب ہے (فاتحہ ۱) اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ زمین و آسمان کی علیحدگی والا خیال ہی غلط ہے۔ قرآن میں صرف ایک جگہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی (سات) بنائے جانے کا ذکر ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں

کہ وہ ہماری دنیا کے مثل دنیائیں ہیں۔ شاید اسی وجہ سے مفسرین نے عالمین کے یہ معنی اختیار نہیں فرمائے۔ بلکہ مراد اس سے مخلوقات کی الگ الگ جنسیں لی ہیں۔ مثلاً عالم ملائکہ، عالم انسان، عالم جن وغیرہ لیس پیشتر اس کے کہ ہماری دنیا جیسی دوسری دنیاؤں کا وجود محقق ہو ہم کو وثوق کے ساتھ بہت سی دنیائیں بننے کا حکم نہ لگانا چاہیئے۔

(۱۷) صفحہ ۲۰۔ آیت ۵۹۔ سورۂ فرقان۔" وہ (خدا) ایسا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب چھ روز (کی مقدار وقت) میں پیدا کیا"۔ میں ڈاکٹر صاحب کے خیال سے" زمین اور آسمان کے درمیان جو کچھ ہے" سے مراد مادہ کے وہ پل ہیں جو با ضابطہ فلکیاتی نظاموں سے باہر ہیں اور جو حال ہی میں دریافت کئے گئے ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک آسمانِ دنیا سے مراد نظام شمسی ہے۔ اس لئے ان کو آسمان اور زمین کے درمیان صرف یہی ایک چیز نظر آئی۔ جو آج بھی صرف اونچے درجے کے اہل سائنس ہی کے تصور میں آسکتی ہے۔ عام آدمی تو زمانہ نزول قرآن میں بلکہ ہمارے زمانہ میں بھی "ما بینہما" سے مراد ہوا، چاند، ستارے وغیرہ ہی بآسانی لے سکتا ہے جو مشاہد ہیں۔ اور ایمان بالغیب کے درجہ میں غیر مشاہد چیزوں کے وجود کا بھی قائل ہو سکتا ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ اگر آسمان اور زمین کے درمیان صرف ایک ہی چیز (مادہ کے پل) ہوتی اللہ تعالیٰ ما بینہما نہ فرماتے بلکہ اس چیز کی وضاحت فرما دیتے۔ ما بینہما استعمال فرمانے کے مطلب ہی یہ ہے کہ بہت سی چیزیں پیدا فرمائی ہیں جن میں سے بعض مشاہد اور بعض غیر مشاہد ہیں۔ پس مادہ کے پلوں کو ہی ما بینہما کا مدلول بنانا غلط ہے۔

اب ہم ترقی کر کے ثابت کرتے ہیں کہ ما بینہما سے" مراد مادہ کے پل" ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ڈاکٹر صاحب اور دوسرے سائنسدانوں کے نزدیک اس" مادہ" سے مراد وہ چیز ہے جو سحابیہ سے ستارے، سیارے، تحتی سیارے وغیرہ اجرام فلکی (جنہیں ڈاکٹر صاحب اور بعض جدید مفسرین اور سائنسدان آسمان کہتے ہیں) بننے کے عمل کے نتیجہ میں غبار یا دخان کی شکل میں بچ رہی۔ ظاہر ہے کہ اس پر پیدا کئے جانے کا اطلاق صحیح نہیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسے کوئی بڑھئی ایک میز بنائے تو جو چھیلن، برادہ وغیرہ اس جگہ باقی رہ جائے اس کی نسبت یہ کہنا کہ میز کے ساتھ بڑھئی نے یہ چیزیں بھی بنائی ہیں درست نہیں۔ غرض مادہ کے پل" ما بینہما" کا مدلول نہیں ہو سکتے۔

۱۸۔ صفحہ ۲۰۔" یہ ایک معلوم فلکیاتی حقیقت ہے کہ ہمارا یہ سیارہ (زمین) اپنے ستارے (سورج) سے وجود میں آیا ہے"۔ مگر ماہرین فلکیات کے پاس اس کی کوئی مسکت دلیل نہیں۔ یہ خیال کہ سورج کی کسی ستارے سے ٹکر کے نتیجہ میں سورج کے کچھ ٹکڑے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گئے۔ اور سیاروں کی شکل اختیار کر کے مختلف مداروں میں مختلف رفتاروں سے اس کے گرد گھومنے لگے، جن میں ایک ہماری زمین بھی ہے۔ ہمارے نزدیک خرافات سے زیادہ نہیں جس کو" حقیقت" کہنا حقیقت پر ظلم ہے۔

۱۹۔ صفحہ ۲۱، ۲۲" قرآن میں جہاں لفظ" نجم" (ستارہ) استعمال ہوا ہے۔ وہاں اس کے ہمراہ ایک اور وضاحتی لفظ

"ثاقب" بھی استعمال ہوا ہے۔ جس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ یہ ستارے ملتے جلتے ہیں اور کبھی کبھی جلتے رات کی تاریکیوں کو چیر کر راکھ بھی بن جاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق درست نہیں۔ کہ قرآن میں ہر جگہ "نجم" کے ساتھ "ثاقب" کا استعمال ہوا ہے جیسا کہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی سے ہی ظاہر ہے۔ ٹوٹنے والے ستاروں کے لئے قرآن میں بجائے نجم کے "شہاب" استعمال ہوا ہے جس کے معنی "شعلہ" ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ وہ جل کر راکھ ہو جائیں۔ چنانچہ ان کے ادھ جلے ٹکڑے زمین پر بھی گر پڑتے ہیں جو عجائب خانوں میں دیکھے جا سکتے ہیں بعض ان میں بہت وزنی ہیں۔

۲۰۔ صفحہ ۲۲۔ "قرآن میں لفظ کواکب سے مراد یقینی طور پر سیّارے ہیں۔ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ایک عام ناظر کو رات کے وقت ستارے اور سیارے میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ دونوں ہی روشن نظر آتے ہیں۔ جیسے چاند پر سے زمین کو دیکھنے میں وہ روشن نظر پڑتی ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ رات کو بے شمار روشن اجرام فلکی سے آسمان جگمگاتا ہے۔ جس کی نسبت آیت ۶ سورہ صافات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے آسمانِ دنیا کو کواکب سے زینت دی۔ تو کیا یہ سب روشن نظر آنے والے اجرام فلکی سیّارے ہی ہیں؟ عقلاً تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے "کواکب" کا لفظ ستاروں اور سیاروں یعنی تمام روشن نظر آنے والے اجرام فلکی کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

۲۱۔ صفحہ ۲۲۔ سورہ انبیاء آیت ۳۳ میں کائنات میں توازن کی بنیاد کو اس طرح بیان کیا گیا ہے

" اس (خدا) نے رات، اور دن اور سورج اور چاند بنائے۔ ہر ایک اپنے اپنے مدار میں (مقررہ رفتار کے ساتھ) تیر رہے ہیں" بین القوسین عبارت کے اضافہ کے بعد بھی آیت کائنات میں توازن کے ذکر یا اس کی وجہ کے بیان سے تو ساکت ہی رہی۔ دراصل توازن کی وجہ تو خدا کی قدرت ہے جیسا کہ آیت ۶۵ سورہ حج میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

" اور وہی آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے۔ ہاں مگر اسی کا حکم ہو جائے تو خیر (پھر تو ضرور ہی گر پڑے)"

ہمیں اس تجسس میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے کہ وہ کیسے تھامے یا توازن قائم کئے ہوئے ہے؟

۲۲۔ صفحہ ۲۳۔ "چاند کے متعلق یہ تمام حقائق (اس کا زمین کے گرد گھومنا وغیرہ) اکثر لوگوں کو معلوم ہیں۔ لیکن سورج کے بارہ میں ان حقائق سے ذرا کم لوگ واقف ہیں اگرچہ سورج کے متعلق بھی اسی اصول مطابقت کا اسی طرح اطلاق ہوتا ہے" قرآن نے جو کچھ معلومات چاند، سورج اور دوسرے اجرام فلکی کے متعلق دی ہیں۔ ان پر ایمان لانا کافی ہے۔ باقی قرآن اس سلسلہ میں مزید معلومات کے حصول سے نہیں روکتا۔ اگرچہ متعلقہ آیات کی تفسیر کے لئے اس کی ضرورت نہیں۔

۲۳۔ صفحہ ۲۳۔ " (قرآن نے) جن الفاظ کے ساتھ اس (رات اور دن کے) تواتر کو بیان کیا ہے وہ انتہائی اہم ہے مثلاً سورہ زمر آیت ۵ میں فعل "یکوّر" کا استعمال اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ کس طرح رات دن کو اور دن رات کو لپیٹتا ہے۔ اس لفظ کا لغوی مفہوم ہے سر کے گرد پگڑی لپیٹنا۔ اور یہ ایک حقیقی تقابل ہے (دن اور رات کی گردش

کو ظاہر کرنے کے لئے) حالاں کہ جس زمانہ میں قرآن اتارا گیا۔ اس حقیقت کی تصدیق کے لئے ضروری فلکیاتی معلومات نامعلوم تھیں۔"

آیت کا دن کا رات کو یا رات کا دن کو لپیٹنا بیان نہیں ہوا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا دن کو رات پر اور رات کو دن پر لپیٹنا آیا ہے۔ جیسا کہ یُکَوِّرُ اللَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ وَیُکَوِّرُ النَّھَارَ عَلَی اللَّیْلِ کے لفظی ترجمہ سے ظاہر ہے (ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب بائبل، قرآن اور سائنس میں البتہ صحیح ترجمہ کیا ہے۔ چونکہ پگڑی باندھنے سے سر چھپ جاتا ہے اس لئے ایک چیز سے دوسری کو چھپا دینے کے لئے بھی تکویر کا استعمال ہوتا ہے پس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ "خدا کی قدرت کاملہ کو دیکھو کہ دن کے رُخِ روشن پر رات کی چادر لپیٹ کر اسے نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے۔ اور رات کی سیاہ زلفوں پر دن کی روشن کرنیں ڈال کر ان کی سیاہی کو کافور کر دیتا ہے" (قاموس القرآن ص ۴۷۰) اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے ہر شخص کا اپنا روزانہ کا مشاہدہ ہی کافی ہے۔ کسی غور و خوض کی بھی حاجت نہیں۔ تاہم قرآن نے نہ صرف اس آیت میں بلکہ جہاں کہیں بھی رات اور دن کے تواتر اور گھٹنا بڑھنا زمین کی اپنی محوری گردش اور محور کے سطح مدار پر ایک دائمی جھکاؤ کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ ماہرین علم فلکیات قرآن کے بیان کو کسی طرح بھی اپنی مسلمہ تحقیقات کے خلاف نہیں پاتے۔ حالاں کہ زمانۂ نزول قرآن میں زمین کو ٹھہرا ہوا اور سورج کو متحرک مانا جاتا تھا بلکہ کم از کم اہل عرب تو سطحِ زمین کو بجائے کُروی کے چپٹی بھی سمجھتے ہوں گے۔ ایسے زمانہ میں رات دن کے تواتر کے سلسلہ میں قرآن کے بیان کو ہمارے زمانہ کا لکھا پڑھا انسان ہرگز اُس زمانہ کے کسی آدمی کا کلام خیال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس سے زمین کے کُروی ہونے اور اس کی محوری گردش کی طرف کھلا اشارہ ملتا ہے جس کا اس زمانہ میں تصوّر بھی ممکن نہ تھا ڈاکٹر صاحب یہی کہنا چاہتے ہیں جو اپنی کتاب میں انہوں نے زیادہ وضاحت سے کہا ہے۔ پس بلاشبہ اس قسم کی آیتیں ہمارے غیر مسلم سائنس دانوں کو دعوتِ ایمان دے رہی ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسی حیثیت سے انہیں تبلیغ اسلام کے لئے کرنا چاہیے۔ لیکن تفسیریں ان کی وہی رہیں گی جنہیں ہر زمانہ کے عوام سمجھ سکیں۔ جیسی کہ آیت زیر بحث کی تفسیر ہم نے اوپر قاموس القرآن کے حوالہ سے دی ہے۔ کیونکہ منشاء ان آیتوں کے نزول سے سائنس پڑھانا نہیں بلکہ اظہارِ عظمتِ قدرت ہے تاکہ لوگ توحید پر دلیل پکڑیں۔

۲۴۔ صفحہ ۲۲۳: "قرآن ہمیں آسمانوں کے ارتقاء اور سورج کے متعینہ مقام کے متعلق بھی بتاتا ہے یہ سب کچھ جدید ترین فلکیاتی تحقیقات کے نتائج کے عین مطابق ہے۔ قرآن میں کائنات کا حوالہ بھی ملتا ہے" ہمارے مطالعہ قرآن کی حد تک قرآن میں آسمانوں کے ارتقاء کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ البتہ سورج کے مستقر کا ذکر آیت ۳۸ سورہ یٰس میں ضرور ہے۔ لیکن نہ تو اس مستقر کے مقام کی تعیین فرمائی گئی ہے نہ اس وقت کی جب سورج اپنے اس مستقر پر پہنچے گا۔ چاند، سورج (اور اسی طرح دیگر اجرام فلکی) کے متعلق قرآن کی کئی آیتوں میں ان کا ایک مقررہ میعاد

تک چلتے رہنا آیا ہے اور قیاس یہی کیا جاتا ہے کہ وہ میعاد " قیامت " ہے جو اللہ تعالیٰ کے واقع کرنے سے واقع ہوگی جیساکہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُومُ انْکَدَرَتْ جیسی آیتوں سے ظاہر ہے ۔ نہ کہ سورج وغیرہ کے کہنہ اور فرسودہ ہو جانے پر ان کی صفات کے زائل ہو جانے کی وجہ سے ۔

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک آسمانوں کا مطلب چونکہ زمین کے علاوہ ستاروں، سیاروں اور کہکشانوں کا مجموعہ ہے اس لئے انہوں نے آسمانوں کے ارتقار کے سلسلہ میں اپنی کتاب میں سورج کے ارتقار کا ذکر فرمایا ہے (جو دوسرے ستاروں کے متعلق بھی ملتا جلتا سمجھا جا سکتا ہے) وہ کہتے ہیں کہ ہمارا سورج تقریباً تقریباً ساڑھے چار ارب سال پرانا ہے اور ابھی اپنی ابتدائی حالت میں ہے ۔ یعنی ہائیڈروجن گیس کے ذرات کو ہیلیم گیس کے ذرات میں بدل رہا ہے یہ حالت ابھی تقریباً ساڑھے پانچ ارب سال تک اور باقی رہے گی ۔ اس کے بعد وہ سرد اور کم نور ہوتا چلا جائے گا ۔ اور اس کا ثقل بڑھتا جائے گا حتیٰ کہ ایک وقت (اربوں سال بعد) اور ایک خاص مقام پر پہنچ کر جس کی تعیین ماہرین فلکیات نے کر کے اس کا نام بھی راس شمسی رکھ دیا ہے ۔ سورج ختم ہو جائے گا ۔ قیامت کا یہ سائنسی تصور ظاہر ہے کہ اسلامی تصور سے میل نہیں کھاتا ۔ کیونکہ ہم مسلمان لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ قیامت کے روز تک پہنچتے پہنچتے سورج ٹھنڈا اور بے نور ہو جائے گا ۔ بلکہ یہ خیال کرتے ہیں کہ قیامت کے روز بھی سورج گرم اور تاباں ہی طلوع ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اُس کو اس کی روشنی لپیٹ کر بے نور کر دیں گے ۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ مسلمانوں کے خیال سے احادیث کی بنا پر قیامت قریب ہے جب کہ سائنسی نظریات کی رو سے اس کا وقوع ہونے میں ابھی اربوں سال باقی ہیں ۔ تاہم یہ بھی غنیمت ہے کہ سائنس سورج کا مستقر تو مانتی ہے اگرچہ آیت کی تفسیر کے لئے اس کی تعیین ضروری نہیں ۔

اور " کائنات کے حوالہ " سے مطلب ڈاکٹر صاحب کا اس کا بھی " ارتقار " ہی ہے جو ان کی کتاب (بائبل قرآن اور سائنس) سے ظاہر ہے ۔ یہاں وہ ارتقار کا مطلب " توسیع " لیتے ہیں اور ثبوت میں آیت ۴۷ سورۂ ذاریات "وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ" پیش کرتے ہیں جس میں مُوْسِعُوْن کا ترجمہ انہوں نے " پھیلانے والے " یا " وسیع کرنے والے " کر لیا ہے ۔ حالانکہ ممتاز مفسرین نے اس کا مطلب " وسیع القدرت " لیا ہے جو ڈاکٹر صاحب کے نزدیک غلط ہے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ (حیدر آبادی مقیم فرانس) صاحب نے اپنی فرنچ تفسیر میں آسمانوں اور خلا کی توسیع کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے آخر میں سوالیہ نشان (؟) بھی لگا دیا ہے ۔ البتہ سائنسدانوں پر مشتمل " مجلس شوریٰ عالیہ امور اسلامیہ قاہرہ " نے اپنی تفسیر منتخب میں واضح طور پر ڈاکٹر صاحب کے ترجمہ کی تائید کی ہے ۔ تاہم ہم تو علمار مفسرین کے ترجمہ کو ہی صحیح مانتے ہیں اور توسیع کائنات کے قائل نہیں ۔

(جاری ہے)

مولانا محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

یاد رفتگان

استاذ المکرّم
حضرت مولانا عبد الغنی صاحب دیرویؒ
مدرس دارالعلوم حقّانیہ

بندہ کے اساتذہ کرام کے سلسلۃ الذہب کی ایک اور کڑی بھی ٹوٹ گئی۔ وا اسفا۔ یعنی جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبد الغنی صاحب دیروی، باغ و بہار، شگفتہ و سنجیدہ اور مرنجان مرنج شخصیت کے مالک۔۔۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔۔۔ ابھی حضرت مولانا محمد علی صاحب سواتیؒ اور صدر المدرسین حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب قدس سرہ العزیز کی جدائی کا زخم مندمل نہ ہوا تھا کہ گردش زمانہ اور فلک کج رفتار نے اپنی ترکش سے ایک اور خدنگ مارا۔۔۔۔ مگر موت ایک مکمل سچائی اور ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس سے کسی کو بھی مفر نہیں أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ الآیۃ قُلْ إِنَّ الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم الآیۃ کل نفس ذائقۃ الموت الآیۃ کل من علیہا فان الآیۃ کل شیٔ ہالک الا وجہہ الآیۃ۔

یعنی جہاں تم ہوگے موت تم کو آپکڑے گی۔ اگرچہ تم ہو مضبوط برجوں میں۔ تو کہہ موت وہ ہے جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ملنی ہے۔ ہر ایک شخص کو موت کا پیالہ چکھنا ہے۔ جو کوئی ہے زمین پر وہ مرنے والا ہے۔ سوائے ذات رب کے ہر ایک شے کے لیے ہلاکت ہے۔ بقول متنبی ؎

وَقَدْ فَارَقَ النَّاسُ الْأَحِبَّةَ قَبْلَنَا
وَ أَعْيَىٰ دَوَاءُ الْمَوْتِ كُلَّ طَبِيبٍ

"ہم سے پہلے تمام لوگوں نے اپنے دوستوں سے مفارقت اختیار کی اور موت کی دوا نے ہر ایک طبیب کو عاجز اور بے بس کر دیا ہے۔"

برصغیر کے نامور ادیب اور شعلہ بار خطیب جناب آغا شورش کاشمیری مرحوم کی وفات پر نعیم صدیقی نے جو اشعار کہے ہیں ان کے تناظر میں دیکھا جائے تو مولانا کے سانحۂ وفات کے حسب حال ہے ؎

یادوں کے جنازوں کا نگاہوں سے گذرنا　　　نت نت دل حساس کا جیتے ہوئے مرنا

پرواز سر کاہکشاں جن کی رہی ہے ان لوگوں کا اب دیکھئے قبروں میں اُترنا
اک نسل کی محفل سے اٹھے جاتے ہیں افراد جیسے کسی تسبیح کے دانوں کا بکھرنا

ماضی قریب میں کیا کیا ہستیاں ہم سے جدا ہوئیں۔ محدث عصر مولانا یوسف بنوری داغ مفارقت دے گئے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے اس دنیائے آب وگل سے منہ موڑا۔ بطل حریت مولانا غلام غوث ہزاروی نے عالم فانی سے عالم جاودانی کے لئے رخت سفر باندھا۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب ہم سے رخصت ہوئے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کاروانِ رفتہ کی بزم قدسیاں میں شامل ہوئے۔ علامہ شمس الحق افغانی شہر خموشاں کے مکیں ہوئے۔ متکلم وقت مولانا عبدالحلیم صاحب ہم سے بچھڑ گئے اور اب ہم ؎

ترس گئے ہیں نوا ہائے دل کشا کے لئے پکار وادیِ خاموش سے خدا کے لئے

اکابر و اسلاف کا قافلہ سوئے منزل رواں دواں ہے۔ خلا پر خلا چھوڑتے جا رہے ہیں۔ کس کس پر رویا جائے کس کس پر ماتم کریں۔ کس پر آنسو بہائیں۔ کس پر اشک افشانی، کس پر مرثیہ خوانی، کس کے ہجر و فراق پر نوحہ۔ کس کی وفات پر نالہ اور کس کے سانحہ ارتحال پر تعزیت کریں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

میں اس مصرعہ میں ذرا لفظی ردّ و بدل (معذرت کے ساتھ) کرتا ہوں۔ ایسے موقعوں کے لئے اگر یوں کہا جائے۔ جفائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک۔ تو میرے خیال میں زیادہ موزوں ہوگا۔ عقل وخرد کو یارائے صبر و شکیب نہیں۔ اور نہ دل و جگر میں ان عظیم ہستیوں کی جدائی کا غم سہنے کا حوصلہ ہے۔ غالباً ایسے ہی حوادث کے لئے بندہ نے یہ تک بندی کی ہے ؎

شبِ غم اور یہ تلقینِ خموشی میں اتنا حوصلہ لاؤں کہاں سے

بہرحال یہ کارخانہ کائنات ایک کارساز اور حکیم مطلق ذات کے تحت الامر چالو ہے وہ ہی فرماتے ہیں۔

ثم جعلنا کم خلائف فی الارض من بعدهم لننظر کیف تعملون o

حضرت الاستاذ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر دل و دماغ پر ان سے وابستہ خوابیدہ یادوں نے انگڑائی لی۔ ذہن کے سکرین پر ان کا سراپا گردش کرنے لگا۔ درمیانہ قد۔ سادہ وضع قطع۔ سر پر سفید عمامہ۔ موٹی آنکھیں، ان پر نظر کے عینک۔ سنجیدہ و باوقار اور اسلاف کی یادگار انہوں نے زمانۂ تدریس کا وافر حصہ یہاں مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں گزارا۔ فلسفہ وحکمت اور کلام و منطق کی اکثر کتابیں آپ کے زیر درس رہتیں۔ کبھی کبھار فرمایا کرتے کہ میرے پاس یہی منطق وحکمت کی کتابیں ہوتی ہیں۔ اگر فقہ وحدیث کی کوئی کتاب مجھے سونپی جائے تو اچھا ہوگا چنانچہ آپ کی یہ آرزو پوری کردی گئی اور مشکوۃ شریف جلد ثانی آپ کے حوالے کردی گئی چونکہ منطق و فلسفۂ قدیم میں آپ اجتہادی فکر و نظر

کے مالک تھے۔ اس لئے اگر آپ ہزار کوشش کرتے کہ یہ کتابیں کوئی اور پڑھائے لیکن طلبہ پھر اصرار کرتے کہ یہ کتابیں انہی کے پاس رہیں۔

بندہ نے آپ سے صدرا، شرح ہدایۃ الحکمۃ، شمس بازغہ، شرح مواقف فن امورِ عامہ اور حمداللہ۔ شرح سلم العلوم یہ کتابیں پڑھیں۔ ہر فن پر کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں آپ کی رائے انتہائی صائب ہوتی چنانچہ فرمایا۔ کہ امورِ عامہ پر جو حاشیہ وحید الزمان کا ہے وہ بہ نسبت حاشیہ عبدالحق خیر آبادی کے طلبہ کے لئے انتہائی مفید ہے۔ پھر علامہ عبدالحق خیر آبادی کے علمی مقام کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ مشہور آفاق علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی اور دادا مولانا فضل امام خیر آبادی کا علمی دنیا پر بہت بڑا احسان ہے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی تمام علوم و فنون خصوصاً علم معقول میں مجتہدانہ بصیرت کے مالک تھے۔ جس پر آپ کی تصنیفات جن کی تعداد ایک درجن سے متجاوز ہے شاہد عدل ہیں۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی کی تعلیم و تربیت اپنے والد کی زیرنگرانی گھر پر ہوئی اور انہوں نے ان کی علمی صلاحیتیں اجاگر کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے عظیم والد کے علمی مقام تک نہیں پہنچ سکے۔ اگرچہ فی نفسہ آپ کا مرتبہ ارفع و اعلیٰ ہے لیکن بہ نسبت والد کے آپ ان جیسی حیثیت کے مالک نہیں۔

صاحب شمس بازغہ ملا محمود جونپوری کے ازحد مداح تھے۔ فرمایا کہ ملا محمود جونپوری ان نابغۂ روزگار اور نادرۂ عصر افراد میں سے ہیں۔ جن پر برصغیر کو بجا طور پر ناز اور افتخار ہے۔ آپ نے تقریباً سولہ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کی۔ پھر اس کے بعد آگرہ تشریف لائے اور ایک عظیم الشان حلقۂ درس پیدا کیا۔ تشنگان علم آپ کی علمی شہرت سن کر جوق در جوق ان کی مجلس درس میں شامل ہوتے۔ بادشاہ وقت شاہجہان کو جب آپ کے علم و فضل کا علم ہوا تو ان کی انتہائی تکریم کی اور ان کو دربار میں بلایا۔ کم سنی میں یہ علمی تفوق اور اس پر مستزاد بادشاہ وقت کی نظر کرم، حاسدین کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ اور انہوں نے ان کے خلاف ریشہ دوانیوں کا بازار گرم کیا۔ کبھی کہتے کہ ان کو صرف فلسفۂ قدیم سے شغف ہے دیگر علوم نقلیہ میں ان کو درک نہیں اور کبھی کیا بہتان طرازی۔ پھر فرمایا کہ (راقم الحروف کو اس میں شک ہے) مولانا آزاد بلگرامی نے لکھا ہے:۔

کہ ہندوستان میں دو عدیم المثال فاروقی النسب گزرے ہیں۔ ایک مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور دوسرے ملا محمود جونپوری۔

شرح رسالہ شمسیہ المعروف بالقطبی کے متعلق فرمایا کہ اس کی مثال علم منطق کی در مختار اور شامی جیسی ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی نے فقہ کے جزئیات لائے ہیں۔ اسی طرح قطبی بھی منطق کے جزئیات پر مشتمل ہے بسا اوقات اس کی طوالت خاطر پر گراں گزرتی ہے لیکن اگر سوچا جائے تو یہ تطویل بلا طائل نہیں بلکہ یہ شرح ہے اور شرح میں

تفصیل ہوا کرتی ہے۔

شارح سلم العلوم ملا محمد حسن کے بارے میں فرمایا:۔ کہ یہ ذکی اور ذہین انسان ہے مگر بعض مقامات پر اپنی شرح میں قاضی محمد مبارک کی توجیہات پر انتہائی رکیک انداز اور درشت لہجہ میں تنقید کرتا ہے۔ مثلاً کئی مقامات پر لکھا ہے۔ ومن الافاحش۔ پھر فرمایا۔ کہ ملا حسن کی مثال قاضی مبارک اور حمد اللہ سندیلوی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے دو قوی اور مضبوط پہلوان ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما ہوں۔ اور درمیان میں ایک ضعیف اور ناتوان شخص گھس جائے۔

بندہ نے ایک بار آپ سے پوچھا کہ آج کل بعض لوگ منطق پر اعتراض کرتے ہیں کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں اس کی ضرورت نہیں۔ یہ سائنسی زمانہ ہے لوگ چاند کی تسخیر میں مبتلا ہیں اور ہم نے ابھی تک قضیہ کو حل نہ کیا کہ اس کے اجزاء تین ہیں چار ہیں یا پانچ۔ اس کی جگہ اگر جدید سائنسی علوم نصاب میں شامل کئے جائیں تو اس سے طلبہ کو خاطر خواہ فائدہ پہنچے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ جدید سائنس کی افادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ لیکن منطق سے بھی بے اعتنائی نہیں برت سکتے۔ اس لئے کہ علم منطق سے قوت استدلال اور دیگر علوم میں پختگی آجاتی ہے۔ ہاں ان کے لئے واقعی بے وقعت ہے جو اس کے فہم سے قاصر ہیں۔ یہ تو اپنا نقصان ہے منطق کا نہیں۔ پھر کتنا ظلم عظیم ہے کہ اپنے قصور کو منطق کے سر تھوپ دیں اور اس پر فتویٰ لگادیں کہ یہ غیر ضروری علم ہے۔ ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

پھر ارشاد ہوا کہ پہلے طلبہ اس میں انتہائی توغل اور انہماک سے کام لیتے تھے یعنی انہوں نے اس کو بجائے چراغِ راہ کے منزل سمجھا حالانکہ یہ ع

چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے۔

اصلی مقصود تو فقہ، تفسیر، حدیث کلام اور عقائد ہیں۔ تو جو حضرات ان مقصودی علوم کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں ہم ان کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک آلی علم ہے اور آلہ مقصد نہیں ہوتا حصول مقصد کے لئے واسطہ ہوتا ہے۔

لفظ افحام کے متعلق فرمایا کہ اس کا معنی ہے لاجواب کرنا۔ پھر اس پر علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کا واقعہ سنایا۔ کہ مرزائیوں کے خلاف مشہور مقدمہ جو کہ مقدمہ بہاولپور کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں حضرت شاہ صاحب مسلمانوں کی طرف سے وکیل تھے۔ اس میں قادیانی وکیل جلال الدین شمس نے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت المعروف بحر العلوم کی عبارت کا حوالہ اپنی روایتی تلبیس کے مطابق عبارت میں ردّ و بدل کر کے پیش کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ عبارت غلط ہے۔ اور صحیح عبارت پڑھنے کے بعد فرمایا۔ جج صاحب یہ شخص ہمیں مفحم کرنا چاہتا ہے۔ اس پر تمام حاضرین جو اس موقع پر مقدمہ کی کارروائی دیکھنے کے لئے آئے تھے دم بخود رہ

گئے۔ اور شاہ صاحب کی قوتِ حافظہ پر حاضرین اور خود جج صاحبان عش عش کر اٹھے۔ پھر حضرت شاہ صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب اس زمین پر خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آیۃ من آیات اللہ میں نے ان کے ایک خطبہ جمعہ میں ڈابھیل میں شرکت کی تھی۔ کئی دفعہ ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کی۔ پھر فرمایا۔ رازیؒ گزرا ہے۔ قرطبیؒ گزرا ہے۔ آلوسیؒ گزرا ہے۔ بہت سے مفسرین کے نام گنوائے۔ انہوں نے اس آیت کی یوں تفسیر فرمائی ہے۔ اور ابھی ابھی اس آیت کے بارے میں مجھ پر یوں منکشف ہوا۔

کبھی کبھار ہلکا پھلکا مزاح بھی کیا کرتے تھے چنانچہ جب کوئی طالب علم بے موقع سوال کرتا تو فرماتے۔ غثہ سادہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ فرمایا۔ کہ ایک رات میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ ایک جانور بخاری شریف کے اوپر کھڑا ہے میں بہت گھبرایا۔ صبح جب مدرسہ کھلا۔ تو میں کتب خانہ گیا۔ وہاں پر بخاری شریف کے اوپر ایک رسالہ پڑا پایا چنانچہ میں نے کہا میرے خواب کی تعبیر بھی یہی ہے۔ فرمایا۔ کہ دو جیّد عالم گزرے ہیں ایک کا نام ملا یرد لؒ قندہاری اور دوسرے کا نام ملا بہرام۔ یہ دونوں عبارت کی صحت و سقم کی طرف بہت کم توجہ دیتے تھے چنانچہ ان کے بارے میں طلبہ نے ایک لطیفہ گھڑا ہے کہ من شکّ بینّ فی الصلوٰۃ فلیس علیہ شیئ عند مُلا یُردل وَ امّا عند ملاّ بہرام فعلیہ سجدۃٌ واحدۃٌ للسّھو۔

چغلخور نمّام اور متجسس شخص کے بارے میں آپ کا رویہ انتہائی سخت تھا۔ اس کے ساتھ بات تک کرنے کے روادار نہ تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ جو شخص تجسس کرتا ہے۔ اسی خاطر کہ اس سے فساد پیدا ہو جائے۔ دلوں میں غلط فہمیاں جنم لیں۔ اس پر رائحہ جنت حرام ہے یعنی وہ شخص جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔

حضرت الاستاذ مولانا محمد علی صاحب سواتی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اساتذہ دارالعلوم حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی بیٹھک میں ان کے پوتے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے فرزند ارجمند حافظ راشد الحق سلمہ کی پیدائش کے موقع پر مبارکباد دینے کے لئے جمع تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے گھر سے مٹھائی لائی گئی اور ہر ایک کے سامنے رکھی گئی۔ مولانا (محمد علی صاحب) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت الشیخ سے پوچھا۔ کہ یہ اباحت ہے یا تملیک۔ حضرت الشیخ نے متبسّمانہ لہجے میں فرمایا۔ کہ تملیک۔ مولانا محمد علی صاحب انتہائی بے تکلف انسان تھے۔ انہوں نے فرمایا میں نے وہ مٹھائی اپنے رومال میں باندھی۔ راستے میں مولانا عبدالغنی

لہ ملا یردل قندہاری کا تذکرہ نزہتہ الخواطر ج ۸ ص ۹۳ ملاحظہ ہو اسی طرح راقم سطور نے آپ پر ایک مختصر مضمون لکھا ہے جو کہ الحق ج ۸ شمارہ ۱۲ میں شائع ہو چکا ہے (حقانی)

صاحب نے کہا کہ مسائل ہمیں بھی یاد ہیں لیکن موقعہ پر بھول جاتے ہیں۔

سیاسیات میں آپ جمعیت العلماء ہند اور کانگریس کے نظریات کے پرجوش حامی تھے۔ اس وجہ سے آپ کا شمار قوم پرست اور نیشلسٹ علماء میں ہوتا ہے۔ سیاسیات عالم پر آپ کی نظر بہت غائر تھی اور حالات کا تجزیہ انتہائی صائب انداز میں کیا کرتے تھے۔ عموماً آپ کے خدشات اور پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوتیں۔ سامراج دشمنی آپ کے بدن کا جزو لاینفک تھا۔ دنیا کے کسی خطہ میں بھی سامراج کے خلاف تحریک چلتی۔ فرنگی استعمار کے خلاف جو بھی نعرۂ مستانہ لگاتا آپ اس تحریک کی پرزور حمایت کرتے خواہ اس کا لیڈر جو بھی ہوتا۔ چنانچہ مشہور سامراج دشمن لیڈر لوممبا کا انتقال جب ہوا تو آپ کو انتہائی دکھ پہنچا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد۔ خطیب امت سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی۔ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی جیسے سرآمد روزگار آپ کے ممدوح و محبوب رہنماؤں میں سے تھے۔ اسی طرح گاندھی جی کے سیاسی تدبر کے ازحد مداح تھے۔

فرمایا کہ جن دنوں علامہ اقبال نے شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے خلاف یہ قطعہ لکھا (یہ واقعہ ۱۹۳۸ء کا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر (ثانی) کہ

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ — زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر زمقامِ محمدِ عربی ست
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

تو ایک دن حضرت مدنی دارالعلوم دیوبند میں وضو سے فراغت کے بعد تشریف لا رہے تھے تو میں نے ان سے استفسار کیا کہ حضرت، علامہ اقبال نے آپ کے خلاف ایسے اشعار لکھے ہیں۔ انہوں نے نہایت ہی تحمل اور اطمینان سے جواب دیا کہ دیکھو ہمارا اصل ہدف اور نشانہ فرنگی سامراج سے استخلاص وطن ہے۔ جس نے سات سمندر پار سے آکر ہماری آزادی اور ہمارا تشخص چھین لیا ہے۔ ہم ان سے برسرپیکار رہیں تو اب اگر ہم ادھر ادھر باتوں کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ہمارا شکار ہم سے جاتا رہے گا۔ مثلاً تم ایک شکار کے پیچھے دوڑ رہے ہو۔ پیچھے سے کسی نے آپ کی طرف پتھر پھینکا۔ تو اب اگر تم اس پتھر پھینکنے والے کے ساتھ الجھ گئے۔ تو تمہارا مقصد تم سے فوت ہو جائے گا

ایک سیاستدان کے لئے کہ وہ اپنے کو ملکی حالات اور گرد و پیش میں رونما ہونے والے واقعات سے باخبر رکھے۔ اخبارات کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا اخبار بینی کے "مرض" میں شدت سے مبتلا تھے آپ کی اخبار بینی کا انداز بھی البیلا تھا۔ اخبار کے سامنے اس طرح بیٹھتے۔ جیسا کوئی اہم اور مغلق کتاب مطالعہ کر رہا ہو۔ انتہائی استغراق، انہماک، دل جمعی اور یکسوئی کے ساتھ۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہم آپ کے سامنے قریب سے

گذرتے آپ کو پتہ بھی نہ چلتا۔ بنظرِ غائر اس کا مطالعہ کرتے سرسری نگاہ اس پر نہ ڈالتے۔ چنانچہ اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک دفعہ آپ یہاں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے (۱۳۹۰ھ میں آپ اپنے استاذ حضرت علامہ افغانی کے اصرار پر دارالعلوم حقانیہ سے اکبر دارالعلوم مردان کو چلے گئے تھے۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھار یہاں تشریف لاتے) تو فرمایا کہ یہ ارشاد احمد حقانی کون ہے۔ اس کے مضامین تجزیے اور مقالات بہت مفید ہوتے ہیں۔ روزنامہ جنگ کا مستقل کالم نویس ہے مختلف النوع موضوعات پر آپ کا قلم یکساں رواں دواں ہے میرے ذہن میں تو یہ شخص نہیں آتا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلا اپنے ساتھ نسبت حقانیہ کی وجہ سے حقانی لکھتے ہیں تو آپ نے یہ سمجھا کہ ارشاد احمد حقانی حقانیہ کے فضلا میں سے ہے۔

راقم الحروف کی آخری ملاقات ان کے ساتھ مردان میں ہوئی تھی۔ دارالعلوم حقانیہ کے ایک مخلص معاون کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ گیا تھا۔ مولانا بھی وہاں تشریف لائے تھے ادھر ان کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ بندہ کے ساتھ میرے قبلہ گاہ محترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات پر تعزیت کی اور ساتھ معذرت بھی فرمائی کہ میں اپنی بیماری کے باعث ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکا۔ پھر فرمایا کہ آپ کے ساتھ تعزیت کے لئے دارالعلوم حقانیہ آؤں گا۔ چنانچہ حسب وعدہ آپ تشریف لائے مگر بد قسمتی سے میں اس دن موقعہ پر موجود نہ تھا۔ بعد میں پتہ چلا تو مجھے از حد افسوس ہوا کسے خبر تھی کہ وہ شفیق استاذ ہم سے ہمیشہ کے لئے یوں رخصت ہو جائیں گے اور ہم ان کی حسین یادوں کو سینہ سے لگائے پھریں گے۔

وہ نہیں تو اے قمر ان کی نشانی ہی سہی
داغِ فرقت کو لگائے پھر رہے ہیں دل سے ہم

ٹنڈر نوٹس

زیر دستخطی کو ضلع دیر کے تین بنیادی صحت مراکز زیارت تلاش۔ منڈہ۔ لعل قلعہ کے لئے محکمہ صحت صوبہ سرحد کے تیار کنندگان اور رفری کوالیفائڈ فرموں سے حسب ذیل اشیار کے ٹنڈر درکار ہیں۔

۱۔ تین عدد ڈنٹل یونٹ بمعہ ڈنٹل چیئر، ڈنٹل ایکسرے جاپان اور دیگر مطلوبہ اشیار

۲۔ فرنیچر برائے مندرجہ بالا تین ڈنٹل یونٹ۔

شرائط

۱۔ فرموں کو دئے ہوئے ریٹ ۳۰ جون ۱۹۸۷ء تک نافذ العمل ہوں گے۔

۲۔ ریٹ ایف۔او۔آر۔ زیارت تلاش۔ لعل قلعہ۔ منڈہ کے بنیاد پر ہوں گے۔

۳۔ ڈنٹل یونٹ ایکوپمنٹ اور فرنیچر کے سائز ساخت اور لکڑی جو کہ استعمال کیا جائے گا۔ وضاحت سے ٹنڈر میں درج ہونا چاہئے۔

۴۔ کال ڈیپازٹ برائے ڈنٹل یونٹ -/۵۰۰۰ اور فرنیچر مبلغ -/2000 بنام ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر دیر منسلک ہونا چاہئے۔

۵۔ -/50,000 روپیہ سے زائد سپلائی پر انکم ٹیکس شرح لاگو کاٹا جائے گا۔

۶۔ مطلوبہ اشیار کی فہرست دفتر ہذا سے دوران کارکردگی حاصل کی جاسکتی ہے۔

۷۔ ٹنڈر سربمہر لفافے میں جس پر ٹنڈر برائے ڈنٹل یونٹ / فرنیچر لکھا ہو زیر دستخطی کو مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۸۶ء تک پہنچ جانی چاہئے۔ مقررہ تاریخ کے بعد دستی یا عام ڈاک میں وصول شدہ ٹنڈر پر غور نہیں کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں ریٹ میں کسی قسم کی کاٹ چھانٹ وغیرہ اور جس پر ٹنڈر دہندہ کا دستخط نہ ہو قابل قبول نہ ہوگا۔

۸۔ زیر دستخطی کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ کسی ٹنڈر کو یا ٹنڈر کے کسی حصے کو بغیر وجہ بتائے مسترد کریں۔

۹۔ ٹنڈر میں ڈنٹل یونٹوں کی تنصیب اور بعد از فروخت سروس کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر امیر عوات

ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر دیر

ریٹ تیمر گرہ

INF (P)2854

شفیق فاروقی

دارالعلوم کی لائبریری کے لئے قدیم وجدید اور ضخیم دینی کتب کی خرید

مدیر الحق جناب مولانا سمیع الحق عشرۂ آخرہ رمضان المبارک میں سعودی عرب بغرض عمرہ تشریف لے گئے اور ۸ / شوال تک مصر و عراق ہوتے ہوئے واپس حرمین الشریفین میں قیام کے دوران وہاں کے اہم مکتبوں سے دارالعلوم کے کتب خانہ کے لئے آپ نے قدیم و جدید اہم علمی و تاریخی اور تفسیر و حدیث کی معتبر کتابیں خرید فرمائیں۔ تفسیر المراغی ۳۰ جلد۔ جامع البیان ۱۵ جلد۔ زاد المسیر ۹ جلد۔ العقد الثمین ۸ جلد۔ طبقات الکبریٰ ۶ جلد۔ تغلیق التعلیق ۵ جلد۔ کتاب الجرح والتعدیل ۹ جلد۔ اعلام زرکلی ۸ جلد۔ التمہید لابن عبد البر ۱۰ جلد۔ تحفۃ الاشراف لمعرفۃ الاطراف ۱۳ جلد۔ اس نوع کی چھوٹی بڑی اور کئی کئی جلدوں پر مشتمل تمام سینکڑوں کتابیں جن سے کتب خانہ کی افادیت یقیناً بے حد بڑھ گئی ہے۔ گذشتہ ماہ بحمد اللہ یہ کتابیں کتب خانہ دارالعلوم کو موصول ہوگئیں۔ دارالعلوم کے اکابر و مشائخ، یہاں سے وابستہ علمی و تحقیقی حلقوں اور حقانی برادری اور دارالعلوم کے فضلاء اور اساتذہ و مدرسین کے لئے اخذ و مطالعہ اور استفادہ کا بہترین موقعہ مہیا ہوگیا۔ سب کو اس قدیم و جدید اہم اور بہترین علمی خزانوں پر فرحت و مسرت ہوئی۔ کتابوں کا باقاعدہ اندراج شروع ہے۔ کتب خانہ کے لئے نئی الماریاں بھی بنائی جارہی ہیں۔ کتابوں کی کثرت اور وسعت کے پیش نظر نئے کتب خانہ کی دو منزلہ عمارت بھی ناکافی ہو رہی ہے۔

تعمیرات شعبان سے دارالحفظ والتجوید کی تعمیر جدید اور بالائی منزل کے لئے جو تعمیری کام شروع ہوا تھا بحمد اللہ وہ اب مکمل ہوگیا ہے۔ نچلی منزل کی طرح بالائی منزل میں بھی درسگاہیں، دارالاقامہ، استقبالیہ دفتر مطالعہ گاہ، بڑا ہال فلش سسٹم، غسل خانے اور چہار طرفہ کشادہ برآمدہ رکھا گیا ہے۔ طلبہ کی کثرت کے پیش نظر دارالحفظ میں مزید تین اساتذہ کا تقرر کیا گیا بالائی منزل میں فی الحال تین نئی کلاسیں بھی جاری کردی گئی ہیں۔

اسی طرح دارالعلوم کے شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول کو اب ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ جگہ کی تنگی اور طلبہ کے ازدحام کے پیش نظر ایک خاص نقشہ و منصوبہ بندی سے اس پر دوسری سٹوری (بالائی منزل) کا کام بڑی تیز رفتاری سے جاری ہے۔ تاہم خدا کا شکر ہے کہ تعمیری کام سے تعلیمی کام متاثر نہیں ہوا، نچلی منزل

میں باقاعدہ طلبہ کی کلاسیں لگتی ہیں اور اسباق جاری ہیں۔

متحدہ شریعت محاذ کا انتخاب ۲۵ر اکتوبر۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق لاہور تشریف لے گئے یہاں جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں متحدہ شریعت محاذ کے علماء و مشائخ کنونشن میں شرکت فرمائی۔ جس میں ملک بھر سے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء و مشائخ، سیاسی راہنما اور دانشور حضرات نے خطاب کیا۔ اور شریعت بل کی منظوری، نفاذ اور نظام شریعت کی فوری ترویج و اجراء کے سلسلہ میں متفقہ لائحہ عمل اور ملک گیر سطح پر تحریک شریعت کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ اسی روز نماز عشاء کے بعد لاہور میں شریعت محاذ کی مرکزی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا جس میں شریعت محاذ کی تشکیل نو کی گئی اور متفقہ طور پر حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کو شریعت محاذ کا باضابطہ صدر منتخب کر لیا گیا۔ محاذ میں دیوبندی بریلوی، اہلحدیث اور جماعت اسلامی کے علاوہ تقریباً ۲۲ تنظیمیں شامل ہو چکی ہیں۔

جمعیت علماء اسلام کا مرکزی انتخاب ۸، ۹، ۱۰ر نومبر مدیر الحق جناب مولانا سمیع الحق تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے (رائے ونڈ) لاہور تشریف لے گئے۔ اور ۱۰ر نومبر کو جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے انتخابی اجلاس میں شرکت کی۔ کئی ہزار علماء کرام کے اس اجلاس میں متفقہ طور پر آئندہ تین سال کے لئے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کو امیر اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو جنرل سکریٹری منتخب کر لیا گیا۔ مولانا سمیع الحق بصد الحاح آخر تک مصروفیات کی وجہ سے اس منصب جلیلہ سے انکار کرتے رہے، مگر حضرت درخواستی نے فرمایا کہ اس فیصلہ میں غیبی اشارات بھی شامل ہیں اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کو انکار کا مجال نہیں۔

ایوان صدر اور پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے جلسہ و مظاہرہ ۱۸ر نومبر۔ متحدہ شریعت محاذ کے فیصلے کے مطابق صدر محاذ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مولانا سمیع الحق محرک شریعت بل، ایوان صدر اور پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے ہونے والے عظیم جلسہ اور احتجاجی مظاہرے میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کی حاضری اور مظاہرہ کی روح پرور جھلک دیدنی تھی۔ لاہور، گوجرانوالہ، چکوال، جہلم، پشاور اور دسیوں مقامات سے آنے والے سینکڑوں بسوں کو حکومت نے راستے میں روک دیا تھا۔ مگر اس کے باوجود حاضرین کی کثرت سے اسمبلی ہال کے سامنے والے میدان کو اپنی تنگ دامنی کی شکایت رہی۔ ۵ گھنٹے کے اس طویل و پُر وقار مظاہرہ و عظیم جلسہ کی صدارت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے کی۔ محرک شریعت بل مولانا سمیع الحق کے علاوہ محاذ کے دیگر مرکزی قائدین نے بھی خطاب فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

دارالعلوم کی امتحانی کمیٹی کے بعض اہم فیصلے اور سہ ماہی امتحانات

حسب سابق اس سال بھی صفر کے اولین عشرہ میں دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات کا انعقاد ہوا۔ امتحانات سے قبل طلبہ نے امتحانات کی خوب تیاری کی۔ قربِ امتحان کے ایام میں دارالعلوم کی مسجد، دارالحدیث اور درسگاہوں میں طلبہ کے درس و مطالعہ اور بحث و تکرار سے زبردست کیف آور اور روح پرور سماں بندھا رہا۔ امتحانی کمیٹی نے جو مولانا سمیع الحق کی نگرانی میں دارالعلوم کے پانچ اساتذہ پر مشتمل ہے اس سال طلبہ کے تعلیمی معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے امتحانات کے سلسلہ میں درج ذیل اہم فیصلے کئے

۱۔ دارالعلوم کے طلبہ دورۂ حدیث اور دیگر تمام درجات کے طلبہ کا امتحان ہال ایک مقرر ہوا۔ اندرون مسجد ہال کے علاوہ باہر کا صحن استعمال ہونے کی صورت میں باقاعدہ ٹینٹ وغیرہ لگانے کا انتظام کیا گیا۔

۲۔ سہ ماہی امتحانات میں بھی شرکائے امتحان کو باقاعدہ طور پر رول نمبر جاری کئے گئے اور روزانہ کی نشست گاہیں بھی بدل دی جاتی رہیں۔

۳۔ نتائج مکمل ہونے کے بعد ایک تقریب کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا جس میں دارالعلوم کے اساتذہ و مشائخ اور طلبہ کے علاوہ ان کے سرپرست بھی شریک ہوں گے۔ اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اپنے ہاتھ مبارک سے ہر جماعت میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ میں انعامات تقسیم فرمائیں گے۔

۴۔ سال رواں سے نتیجہ کارڈ طبع کرایا جا رہا ہے جس میں امتحانات کے مکمل نتائج کا اندراج کر کے طلبہ کے والدین، خاندانی بزرگ اور سرپرست کے نام ارسال کیا جائے گا تاکہ انہیں اپنے عزیز کی تعلیمی کارکردگی اور علمی معیار کا اندازہ ہو سکے۔

یہ امتحانات تحریری و تقریری طور پر ہفتہ بھر جاری رہے۔ امتحانات کے بعد ایک دو روز تعطیل رہی اور پھر اسباق شروع ہو گئے۔ درجہ درس نظامی میں تعلیمی سال کے ابتدائی ایام ہی میں داخلہ مکمل ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے قدرے تاخیر سے پہنچنے والے دور دراز سے آئے ہوئے طلبہ کو بھی داخلہ سے محروم ہونا پڑا۔ اور اب طلبہ کی کثرت و ازدحام کے پیشِ نظر درسگاہوں کو بھی اپنی تنگ دامنی کی شکایت رہی۔ طلبہ بے چارے درسگاہوں کے دروازوں اور چوکھٹ پر اتارے ہوئے جوتوں میں بھی جگہ مشکل سے پاتے ہیں۔ چونکہ بعض طلبہ اب بھی دور دراز کا سفر کر کے داخلہ کی غرض سے دارالعلوم آتے ہیں لہٰذا ان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ شوال ہی سے داخلہ بند ہو چکا ہے۔ لہٰذا تعلیمی سال کے دوران داخلہ کی نیت سے زحمتِ سفر ہرگز نہ فرمائیں۔

ڈویژن کی سطح کے افسران کا دارالعلوم میں دو روزہ تربیتی پروگرام

۵-۶ر نومبر، حسب سابق اس سال بھی رورل اکیڈمی کے تحت زیر تربیت ڈویژن کی سطح کے افسران کی ایک جماعت دو روز کے تعلیمی

اور تربیتی پروگرام پر دارالعلوم حقانیہ تشریف لائی۔ جس میں تینوں صوبوں سرحد، پنجاب اور سندھ کے مختلف اضلاع سے تعلق رکھنے والے افسران شریک تھے۔

شرکائے وفد پہلے روز صبح ½ ۹ بجے پشاور سے دارالعلوم تشریف لائے۔ تو کتب خانہ میں جناب مولانا سمیع الحق مدیر الحق کے ساتھ ان کی تعارفی نشست ہوئی۔ جہاں مدیر الحق نے انہیں ضیافت بھی دی اس کے بعد حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب (اٹک) جو مدیر الحق کی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ نے "اسلام میں عظمتِ انسان" کے موضوع پر مفصل لیکچر دیا جو ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا جس کے بعد شرکاء کے وفد نے دارالحدیث میں طلبہ دورۂ حدیث کے ساتھ حضرت مولانا سمیع الحق کے درس ترمذی میں شرکت کی جو گھنٹہ بھر جاری رہا۔ درس ختم ہوا تو تمام آفیسرز دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت و ملاقات اور دعاؤں سے مستفید ہوئے۔ اسی روز دوسری نشست دو بجے ظہر شروع ہوئی مولانا عبدالقیوم حقانی نے "اسلام میں نظامِ خلافت اور پاکستان میں نفاذِ اسلام" کے موضوع پر درس دیا اور درس کے آخر پر ۳۰ منٹ کی نشست میں حاضرین کے اعتراضات اور سوالات کے جوابات بھی دیئے

دوسرے روز ۱۰ بجے پہلی نشست ہوئی مولانا مفتی غلام الرحمٰن نے پونے دو گھنٹے تاریخ وفقہ اسلامی کی اہمیت کے موضوع پر مفصل درس دیا اور سامعین کے شکوک و شبہات اور اعتراضات کے جواب بھی دیئے۔ پونے بارہ بجے "شریعت بل اور ۹ ویں آئینی" کے موضوع پر مولانا عبدالقیوم حقانی لیکچر ہوا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسی نشست میں حالات حاضرہ، اہل اسلام کی ذمہ داریاں اور ملک کی تازہ ترین سیاسی صورتِ حال پر بھی اسلامی نقطہ نظر سے سوال و جواب کی نشست میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اختتامی تقریب میں جناب منہاج الدین خان صاحب اور جناب خان محمد صاحب کھٹی نے اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، اور مولانا سمیع الحق، دارالعلوم کے اساتذہ و انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں دارالعلوم کے اساتذہ کے انداز بیان، اپنے موضوع پر مختصر مگر جامع درسوں پر شرکائے وفد کے اطمینان اور سوال و جواب کی نشستوں میں اساتذہ کی وسیع النظری، خندہ پیشانی اور تشفی بخش جوابات و ازالۂ شکوک و شبہات کو اپنے دو روزہ پروگرام کا خلاصہ قرار دیا۔

کنٹینرز سروس لمیٹڈ

پلاٹ نمبر ۲۴/۲۷ ٹمبر پونڈ، کیماڑی، کراچی

الحمد للہ

پاکستان میں یہ پہلا ٹرمینل جو نجی کاروباری شعبے میں قائم ہوا ہے۔
ملک کی درآمدات اور برآمدات نہایت عمدہ کارکردگی کے ساتھ بذریعہ کنٹینرز حمل و
نقل ہوتے ہیں، جہاز راں کمپنیاں اور تاجر ہماری خدمات حاصل کریں،
کسٹم اور کراچی پورٹ ٹرسٹ کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔

تار کا پتہ "شاہین" کراچی

ٹیلیکس: ۲۷۱۹

فون:
۲۷۱۹۵۳ — ۲۷۱۸۴۰
۲۷۱۸۴۲ — ۲۷۱۳۵۴

مؤتمر المصنفین کی ایک تازہ تاریخی پیشکش

قادیان سے اسرائیل تک

تالیف واشاعت ———— مؤتمر المصنفین

"قادیانیت مذہبی سے زیادہ ایک اسلام دشمن سامراجی سیاسی تنظیم ہے، برطانوی سامراج اور یہودی صیہونیت نے اس سیاسی تحریک کو عالم اسلام کے خلاف کیسے کیسے استعمال کیا؟ اسرائیل کے قیام میں اس کا کردار کیا تھا؟ ایسے تمام مخفی گوشوں کا پہلی بار جامع، مستند اور مدلل انداز میں تحقیقی جائزہ"

کتاب کے تیرہ ابواب کی ایک جھلک ہر باب کئی ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے

۱— سیاسی تحریک مذہبی بہروپ
۲— یہودی مسیح موعود
۳— سامراجی صیہونی آلہ کار
۴— حکیم نورالدین کا دور
۵— سیاسیات دور ثانی
۶— مرزا محمود کی لندن یاترا
۷— لندن منصوبے کی تکمیل
۸— نئے مبلغ نئے فتنے
۹— عالمی استعمار کے گماشتے
۱۰— جنگ عظیم اور قادیانی تحریک کار
۱۱— تحریک پاکستان اور قادیان
۱۲— اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین
۱۳— یہودی ریاست کے سائے میں

بلاشبہ اس موضوع پر پہلی ایسی مستند اور محققانہ کتاب

جسے

صدہا قادیانی غیر قادیانی اور یورپی مآخذ کو کھنگالا گیا ہے

آج ہی طلب فرمائیں —— تبلیغ کے لئے سو نسخے طلب کرنے والوں کو ۳۳ فی صد رعایت۔

قیمت: ۲۵/- روپے۔ صفحات: ۲۲۴، کاغذ: عمدہ، طباعت: ونڈایک/آفسٹ، ٹائٹل جدید طرز

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

ٹنڈر نوٹس

زیر دستخطی کو برائے سال ۸۷-۱۹۸۶ء محکمہ خوراک کے رجسٹرڈ شدہ ٹھیکیداروں سے ضلع چترال کے اندر ترسیل گندم / چینی کے لئے مجوزہ فارموں جو کہ زیر دستخطی کے دفتر سے بعوض مبلغ ۱۰/- فی فارم کی ادائیگی پر مورخہ ۲۰ ۱۱/۸۶ کو بوقت گیارہ بجے دن غلہ گودام چترال میں سربمہر ٹنڈرز مطلوب ہیں۔ ٹنڈر اسی دن ٹنڈر دہندگان یا ان کے مصدقہ ایجنٹوں کی موجودگی میں ساڑھے گیارہ بجے کھول دئے جائیں گے۔

۱۔ ہر ٹنڈر کے ساتھ مبلغ پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) روپیہ کا کال ڈیپازٹ منسلک کرنا لازمی ہے۔

۲۔ گندم اور چینی الگ الگ اسکیم تصور کیا جائے گا۔

۳۔ کامیاب ٹھیکیداروں کو ہر اسکیم کے لئے کل اخراجات کا دس فیصد اور ۲۰/ بنک گارنٹی کی شکل میں دس دن کے اندر اندر جمع کر کے ایگریمنٹ کرنا ہوگا۔

۴۔ ٹھیکیدار جن کے ٹنڈر منظور ہو جائیں گے۔ وہ ایگریمنٹ کرتے وقت بنک گارنٹی دے دیں گے۔ کہ وہ تسلی بخش طریقے سے اپنا ٹھیکہ سرانجام دیں گے۔ اگر ٹھیکہ دار اپنے ایگریمنٹ کے مطابق کام نہ کریں اور کام میں کوئی کام یا نقصان واقعی ہو۔ تو ان کی ذمہ داری پر یہ کام کر دیا جائے گا۔ اور تمام خرچہ ان کے بنک گارنٹی سے وضع کیا جائے گا۔

۵۔ ٹھیکہ دار کو گندم و چینی ۳۰ ر دسمبر ۱۹۸۶ء سے پہلے پہنچانا ہوگا۔ ورنہ یہ کام ان کے خرچہ پر کیا جائے گا۔

۶۔ گندم اور چینی کی ترسیل میں کسی قسم کی کمی یا خرابی آنے کی صورت میں دگنی قیمت وصول کی جائے گی۔

۷۔ راستے میں بارش یا کسی غفلت اور لاپرواہی سے نقصان پہنچنے کی صورت میں تمام ذمہ داری ٹھیکہ دار پر عائد ہوگی۔

۸۔ ٹنڈر میں کٹینگ یا اوور رائٹنگ یا شرائط کی عدم پابندی کی صورت میں ٹنڈر مسترد کیا جائے گا۔ ریٹ لفظوں میں اور ہندسوں میں برائے ایک بوری یا 05، 10 کیلو کے حساب سے درج ہونے چاہئیں

۹۔ ڈائرکٹر محکمہ خوراک صوبہ سرحد یہ حق محفوظ رکھتے ہیں کہ وہ تمام ٹنڈر وجہ بتائے یا بغیر وجہ بتائے ٹنڈر مسترد کر دے۔

محمد اقبال خان

ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر چترال

INF (P) 2855

"ادارہ"
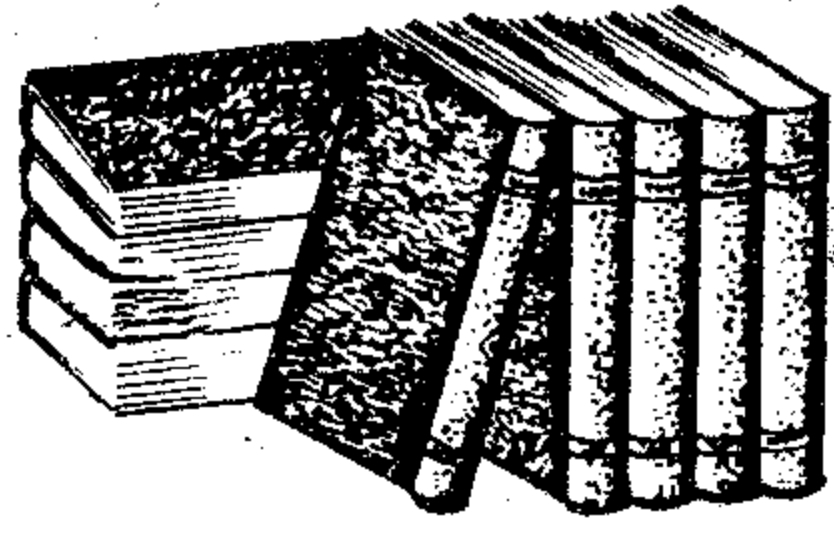
تبصرۂ کتب

با محمدؐ باوقار تصنیف۔ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب۔ صفحات ۱۷۶ قیمت ۲۰ روپے
پتہ۔ قاضی محمد ابراہیم ثاقب الحسینی۔ دارالارشاد۔ مدنی روڈ۔ اٹک شہر

دینِ اسلام کی سربلندی، اور غلبہ و استحکام منصب نبوت پر مضبوط ایمان اور مکمل اعتماد پر موقوف ہے جب تک نبیؐ کی شخصیت، عظمت اور اس کا اتباع اور محبت و اطاعت مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن نہیں بن جاتی اجتماعی سطح پر کامیاب اسلامی انقلاب کی توقع عبث ہے۔ اب جب کہ موجودہ حالات میں عالمی سطح پر مسلمان خوابِ غفلت سے بیداری کی کروٹ لے رہے ہیں اور ملک میں نظام اسلام اور پارلیمنٹ میں علماء کے پیش کردہ شریعت بل یعنی مکمل جامع اسلامی نظام کے حوالے سے مباحث جاری ہیں۔ تحریک نفاذِ شریعت کے اس نازک ترین مرحلہ میں اسلامی انقلاب کے کارکنوں کے لئے سب سے قیمتی اور مؤثر عنصر، عامۃ المسلمین میں نبیؐ کا وقار و احترام اور کامل محبت و اطاعت کے جذبات کے انگیخت ہے اسی ضرورت اور انہی جذبات کو ملحوظ رکھ کر مخدوم العلماء حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے با محمدؐ باوقار کے عنوان سے مقام و احترام اور عظمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مختصر مگر جامع اور نافع کتاب تحریر فرمائی ہے جس میں وقار اسم محمدؐ محبوبیت اسم محمدؐ، چہرۂ انور کی تابانی، رفعت ذکر کی تشریح بدنی برکات، صحابہؓ اور احترام نبویؐ۔ عالم ارواح میں توقیر نبویؐ۔ جن و بشر میں مقام احترام، نبیؐ کے امت پر حقوق۔ توقیر حکمی، بے ادبی کا حکم، اہم تاریخی واقعات، رحمت دو عالمؐ کا اسوۂ حسنہ اور اس نوع کے دسیوں عنوانات پر گراں قدر مضامین لکھے ہیں۔ موصوف کی یہ کتاب بھی آپ کی دوسری کتابوں رحمتِ کائنات اور نجاتِ دارین وغیرہ کی طرح سلیس، شستہ، درد و سوز اور عشق و محبت کی کیفیات سے معمور اور دعوتِ عمل کی زبردست انگیخت ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ، بہترین کاغذ، ٹائٹل جاذب نظر اور قیمت معقول ہے۔ ماہ مبارک ربیع الاول کی مناسبت سے گویا ایک بہترین تحفہ ہے۔ بہتر ہو گا کہ اہل اسلام تبلیغی نصاب کی طرح اس کے بھی اپنی مساجد میں نماز کے بعد صفحہ دو صفحے پڑھ لیا کریں۔ تو حضورؐ سے محبت و اطاعت، ایمان میں تازگی اور یقین میں پختگی کی دولت حاصل ہو۔

(ع ق ح)

اقرا ڈائجسٹ کا قطب الاقطاب نمبر جلد اول | مدیر اعلیٰ مولانا مفتی ولی حسن صاحب و مولانا محمد یوسف لدھیانوی
صفحات ۳۲۲ قیمت ۱۵ روپے ۔ پتہ :۔ اقرا ڈائجسٹ، پوسٹ بکس نمبر ۲۴۷
ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اللہ کے ایک مخلص و مقبول بندے ایک عظیم شیخ و مربی، ایک کامیاب مصنف و مدرس، ایک باکمال داعی و مبلغ، خدمات دینی و علمی اور کمالات ظاہری و باطنی کے جامع، مدارس و جامعات، حلقہ ہائے درس، گوشہ ہائے تصنیف و تالیف، خانقاہوں کی پر سکون فضاؤں اور سعی و جہد و جہد کی متحرک و پر زور رزمگاہوں میں نہ صرف مشہور و متعارف بلکہ یگانہ روزگار تھے۔ حضرت الشیخ کی زندگی تعلیم و تدریس، رشد و ہدایت اصلاح و انقلاب کا ایک نمونہ اور اکابر و اسلاف امت کی نشانی تھی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے آپ کی سوانح لکھی۔ الفرقان لکھنؤ نے دو جلدوں میں خصوصی نمبر شائع کیا اور اب ماہنامہ اقرا ڈائجسٹ کراچی کے کارپردازوں نے جدید و آسان، عامۃ المسلمین کے لئے نافع، ہمہ پہلو جامع حضرت الشیخؒ کی زندگی کے تمام گوشوں کو حاوی ہر طبقہ کے لئے متاع بے بہا اور سب کے لئے یکساں طور پر مفید خصوصی نمبر کی جلد اول شائع کر کے تمام امت بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ جلد اول طبع ہو کر منظر عام پر آگئی ہے لکھنے والوں میں مولانا مفتی ولی حسن، مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا محمد جمیل نعمان، مفتی خالد محمود، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، تقی الدین ندوی اور مولانا محمد ابراہیم فانی کے گراں قدر تحریرات کے علاوہ خود حضرت الشیخؒ کے بعض منتخب مضامین کو شریک اشاعت کیا گیا ہے۔ مضامین کی واقعیت و جامعیت سادگی و اثر انگیزی اور مفید عام ہونے کے لئے خود یہ بات کافی ہے کہ ان کا تعلق حضرت الشیخؒ کی سوانح کے کسی پہلو سے ہے لکھنے والے ملک کی عظیم علمی و روحانی اور باکمال شخصیتیں ہیں۔ یقین ہے کہ احباب اس کی قدر کریں گے۔ اور توقع ہے کہ ادارہ اقرا جلد دوم کو بھی نقش اول کی طرح جامع اور شایان شان طریقہ سے منظر عام پر لائے گا۔ (ع ق ح)

مناسک الحج | مؤلف و مترجم، مولانا غلام مصطفےٰ علوی نور پوری۔ صفحات ۳۰۰ قیمت درج نہیں۔
پتہ :۔ دارالعلوم عثمانیہ ۸۵ رسول پارک۔ لاہور

بیت اللہ شریف دنیا کا پہلا معبد اور ہر طرح کی ظاہری و باطنی حسی اور معنوی برکتوں سے معمور ہے اور اخلاقی و دینی تعلیمات کا مرکز اور مرجع خاص و عام ہے جہاں ہر سال ذوالحجہ کے مہینے میں تمام مسلمانان عالم کا عظیم الشان اور بے نظیر اجتماع ہوتا ہے۔ اس مبارک و پر امن اجتماع کے موقعہ پر ہر سال مسلمانان عالم کا ایک معتدبہ حصہ لاکھوں کی تعداد میں مقامات مقدسہ کی زیارت، مناسک حج و عمرہ کی ادائیگی، انفرادی و اجتماعی عبادات کی ادائیگی اور اللہ کی بارگاہ میں انتہائی مودبانہ و مخلصانہ خشوع و خضوع، الحاح و زاری کے

ساتھ اپنی اور تمام عالمِ اسلام کی دنیوی و اخروی کامیابی نیز دین اسلام کے غلبہ و سربلندی کے لئے دعائیں کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کامل حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس مقصد کے پیش نظر حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نے مناسک حج وعمرہ کے ادا کرنے کے طریقوں اور ضروری مسائل کے علاوہ علماء ربانیین کی فرمودہ دعائیں مع سلیس ترجمہ مرتب فرمائی ہیں۔ نیز فقہ حنفی کی مستند اور معتبر کتب سے استفادہ کرکے زیارت مدینہ منورہ اور مناسک حج وعمرہ سے متعلقہ ضروری مسائل و احکام اور آداب اور مناسک کے ادا کرنے کے طریقے تحریر فرمائے ہیں۔ زبدۃ المناسک اور معلم الحجاج کے علاوہ جنایات و دیگر ملحقات کے مسائل و احکام کے بیان میں فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ سے استفادہ کیا ہے۔

موصوف کی مناسک حج گویا حجاج و زائرین کرام کے لئے ایک گراں قدر علمی تحفہ مسائل و دعاؤں کا مجموعہ متوسط درجہ میں دونوں ضرورتوں کی جامع ہے۔ (ع ق ح)

ماہنامہ الحسن | مجلس ادارت، مولانا فضل رحیم صاحب و مولانا محمد اکرم کاشمیری صفحات ۶۴ سالانہ چندہ ۴۰ روپے
پتہ: دفتر ماہنامہ الحسن، جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ لاہور — نشر و اشاعت کے وسائل اور ذرائع ابلاغ میں جوں جوں ترقی ہو رہی ہے بے دینی باطل نظریات کا پرچار، الحاد و دہریت، مادیت و اشتراکیت اور خدا بیزار عقائد کی اشاعت بھی اسی رفتار سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اخبارات، رسائل، جرائد نشر و اشاعت کے ذرائع، انسانی بھلائی و فلاح اور تعمیری کام کم اور تخریب و تشتت اور انتشار کا کام زیادہ اپنا رہے ہیں۔ اہل علم کسی بھی دور میں زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات سے بے خبر نہیں رہے۔ الحمد للہ کہ آج کی ضرورت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق پاکستان کی قدیم اور عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے کارپردازوں نے دین کی شمع اور ہدایت کا چراغ روشن رکھنے نیز الحاد و فساد اور باطل قوتوں کے سیاہ طوفانی ریلے کی یلغار کے سامنے اشاعتی اور تبلیغی و تحریری سطح پر ایک مضبوط بند باندھنے کی غرض سے الحسن کی صورت میں ایک ماہنامہ جاری کر دینے کا مستحسن اقدام کیا ہے چھ سے زائد پرچے شائع ہو چکے ہیں۔ ادارتی تحریریں تفسیر و حدیث، فقہ و قانون، اصلاحِ معاشرہ، مغربی افکار و تہذیب کا تعاقب، باطل فرقوں کی سرکوبی، نسلِ نو کا احساسِ ذمہ داری، ملکی سیاست اور قومی و ملی تشخص کو برقرار رکھنے اور مسلمانوں کی شاندار ماضی، روشن تاریخ، ماضی کے کارنامے، مستقبل کے عزائم اور لائحہ عمل۔ غرض انسانی زندگی سے متعلق ہمہ پہلو معیاری مضامین کی اشاعت کے لحاظ سے الحسن قوم، ملک و ملت اور دینی و علمی حلقوں کے لئے ایک گراں قدر سوغات ہے ادارہ الحق ماہنامہ الحسن کے کارپردازوں، سرپرست، مدیر اور ارکانِ ادارت کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے اور اپنے قارئین سے اس کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کی پرزور سفارش کرتا ہے۔

(ع۔ق۔ح)

AL-HAQ REGD. NO. P-90

Paragon (Islamabad)